امہات المومنین

ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ

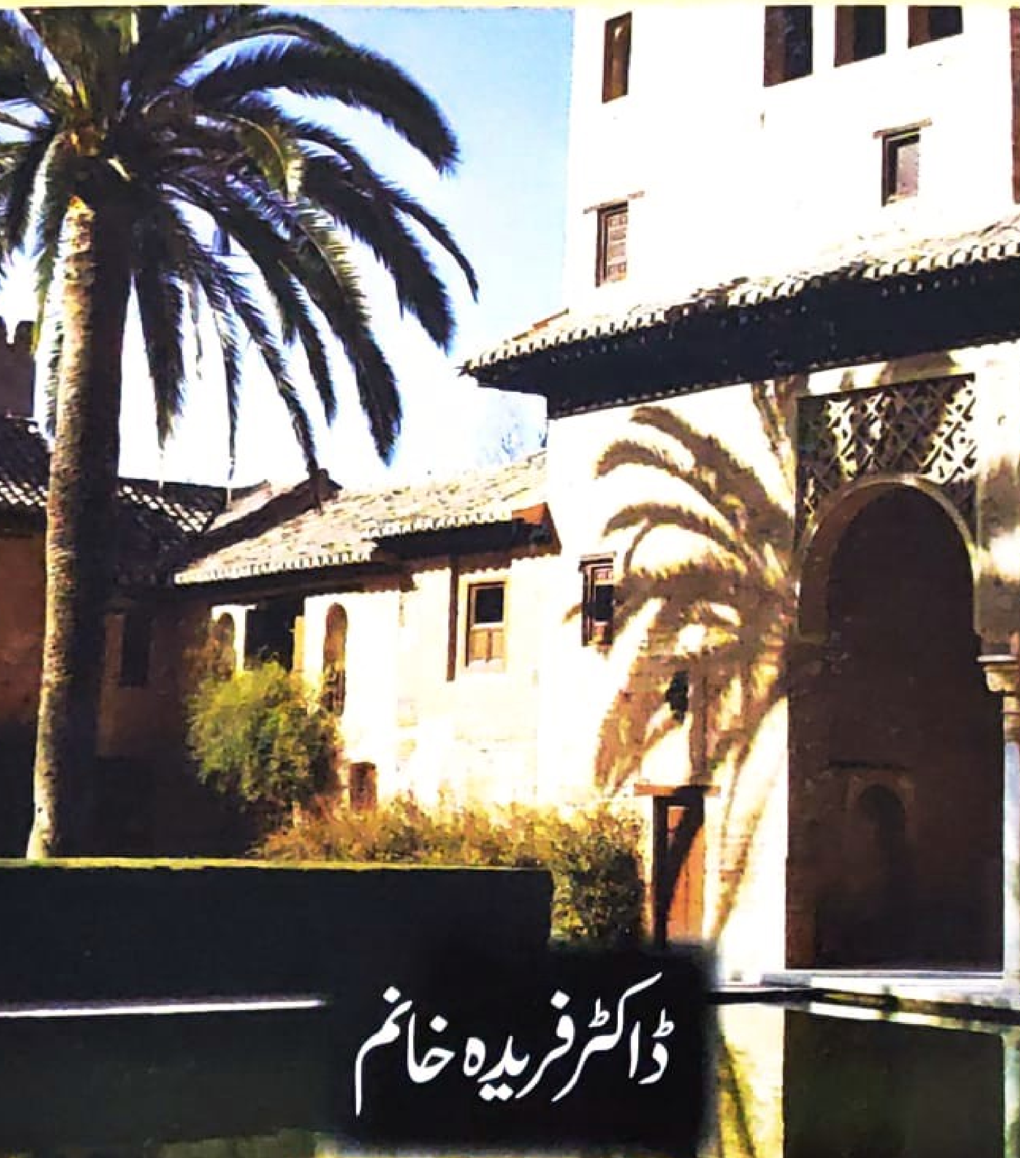

ڈاکٹر فریدہ خانم

امّہات المومنین

ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ

ڈاکٹر فریدہ خانم

الرسالہ بک سنٹر، نئی دہلی

First published 1993
Reprinted 2001

ISBN 81-85063-82-6

Distributed by
AL-RISALA BOOKS
1, Nizamuddin West Market
New Delhi 110 013
Tel. 462 5454, 462 6666
Fax 469 7333, 464 7980
E-mail: skhan@vsnl.com
Website: www.alrisala.org

Printed in India

فہرست

دیباچہ	۵
حضرت خدیجہؓ بنت خویلد	۱۱
حضرت سودہؓ	۱۹
حضرت عائشہؓ	۲۲
حضرت حفصہؓ	۳۲
زینب ام المساکین	۳۴
حضرت ام سلمہؓ	۳۵
حضرت زینب بنت جحشؓ	۴۱
جویریہ بنت حارثؓ	۴۵
ام حبیبہؓ	۴۸
حضرت میمونہؓ	۵۱
حضرت صفیہؓ	۵۳

دیباچہ

قرآن میں بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں (الاحزاب ۶)
اس لئے ازواج مطہرات کو امّ المومنین کہا جاتا ہے۔ ازواج مطہرات کا یہ لقب بتارہا ہے کہ
مسلمانوں کے نزدیک وہ کتنا زیادہ قابل عزّت اور قابل احترام ہیں۔

قرآن میں ازواج مطہرات کے بارے میں جو الفاظ آئے ہیں وہ ایک طرف
خود ازواج کے درجہ کو بتاتے ہیں اور دوسری طرف انہیں کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہوتا
ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ان کا کیا مقام ہونا چاہیئے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے تو یہ کوئی معمولی سفر نہ
تھا۔ اس نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی معاشیات کو بالکل تباہ کردیا۔ ان حالات
میں آپ کے اہل خانہ کے لئے ضروری معاشی اسباب کی فراہمی بھی سخت دشوار ہوگئی۔ اس
وقت آپ کی ازواج نے اپنے ناگزیر اخراجات کے لئے نفقہ کا مطالبہ کیا۔

عام حالات میں خواتین کے لئے نان نفقہ کا طالب ہونا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔
لیکن پیغمبر آخر الزماں صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج کو آپ کے مشن میں جو تاریخی کردار ادا کرنا تھا
اس سے یہ مطالبہ مناسبت نہ رکھتا تھا۔ چنانچہ قرآن میں تنبیہی الفاظ میں وہ آیتیں اتریں
جن کا ترجمہ یہ ہے :

> اے نبی ، اپنی بیویوں سے کہو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی
> ہو تو آؤ ، میں تم کو کچھ مال ومتاع دے کر خوبی کے ساتھ رخصت کردوں۔ اور
> اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم
> میں سے نیک کرداروں کے لئے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو،
> تم میں سے جو کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی اس کو دوہرا عذاب
> دیا جائے گا۔ اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ اور تم میں سے جو اللہ اور
> اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی تو ہم اس کو

اس کا دوہرا اجر دیں گے۔ اور ہم نے اس کے لئے باعزت روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرو تو تم لہجہ میں نرمی نہ اختیار کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ لالچ میں پڑ جائے، اور معروف کے مطابق بات کہو۔ اور تم اپنے گھر میں قرار سے رہو۔ اور سابق جاہلیت کی طرح دکھلاتی نہ پھرو۔ اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے آلودگی کو دور کرے۔ اور تم کو پوری طرح پاک کر دے۔ اور تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو تعلیم ہوتی ہے اس کو یاد رکھو۔ بیشک اللہ باریک بیں ہے، خبر رکھنے والا ہے۔ بیشک اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں، اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں، اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں، اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں۔۔۔۔ ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔ (الاحزاب ۲۸ - ۳۵)

قرآن کی ان آیات میں نہایت واضح طور پر ان تمام باتوں کو بتایا گیا ہے جو ازواجِ مطہرات سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں ان کی اپنی ذمہ داریاں بھی بتائی گئی ہیں اور ان کے حق میں اہل ایمان کے فرائض بھی۔

۱۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کو ام المومنین کا درجہ محض لقب کے طور پر نہیں ملا بلکہ ان کے عمل اور ان کی قربانیوں کی وجہ سے ملا۔ حقیقت یہ ہے

کہ وہ اسی کی مستحق تھیں کہ انہیں قیامت تک کے لئے اُمّہات المومنین کا درجہ دے دیا جائے
روایات میں آتا ہے کہ جب مذکورہ آیتیں اتریں جس میں ازواج مطہرات کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ چاہیں تو پیغمبر کے ساتھ رہیں اور چاہیں تو علیٰحدگی اختیار کرلیں۔ اس وقت رسول اللہ صلیّ اللّٰہ علیہ وسلّم گھر میں داخل ہوئے اور اپنی اہلیہ عائشہ سے فرمایا کہ اے عائشہ، میں تمہارے سامنے ایک بات رکھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ تم فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرو جب تک اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ نہ کرلو۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ اے خدا کے رسول، میں آپ کے معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی۔ بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو ترجیح دیتی ہوں۔ (الجامع لاحکام القرآن، جزء ۱۴، صفحہ ۱۶۳)

یہی تمام ازواج مطہرات کا حال ہوا۔ ان میں سے کسی نے بھی مذکورہ اختیار کی بنا پر رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم سے علیٰحدگی کا فیصلہ نہیں کیا۔ اس وقت کے حالات میں ازواج مطہرات کا یہ فیصلہ غیر معمولی قربانی کا فیصلہ تھا۔ کیونکہ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ زندگی کی دوسری سہولتیں تو درکنار دو وقت پیٹ بھر کر سادہ کھانا بھی انھیں نہیں ملتا تھا۔

اس وقت ازواج مطہرات کی جو حالت تھی اس کا اندازہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک بار ہمارے گھر میں کسی انصاری نے بکری کے پائے بھیجے۔ رات کے وقت اس کے ٹکڑے کرنے میں انھیں زحمت پیش آئی۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ نے چراغ کیوں نہیں جلا لیا تاکہ چراغ کی روشنی میں آپ پائے کے ٹکڑے کرسکیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر ہمارے پاس چراغ جلانے کے لئے تیل ہوتا تو ہم بھوک کی شدّت کی وجہ سے اس تیل کو پی جاتے۔

حقیقت یہ ہے کہ عسرت اور تنگی کے جن شدید حالات میں ازواج مطہرات نے آپ کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا وہ ساری تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی نہایت اہم مصلحت تھی۔ اس کی وجہ سے ازواج مطہرات کی وہ غیر معمولی عظمت قائم ہوئی کہ لوگ ان کو اپنے لئے مقدّس نمونہ سمجھیں۔

۲۔ مذکورہ آیت میں کہا گیا ہے کہ ازواج مطہرات اگر نیک عمل کریں اور فرمانبرداری کا طریقہ

اختیار کریں تو ان کو دوسروں کے مقابلہ میں دگنا اجر دیا جائے گا۔

یہ دگنا اجر عین ان کے استحقاق کے مطابق تھا۔ ایک اجر اس لئے کہ انھوں نے عمل صالح کا طریقہ اختیار کیا۔ دوسرا اجر اس لئے کہ یہ کام انھوں نے قربانی کی سطح پر انجام دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج کو معاشرہ میں ایک قسم کا قائدانہ رول ادا کرنا تھا۔ یہ قائدانہ رول ادا کرنا اس وقت تک ممکن نہ ہوتا جب تک لوگ انھیں اخلاق و کردار کے اعتبار سے اپنے سے بلند نہ دیکھیں۔ ازواج مطہرات نے غیر معمولی قربانی کے ذریعہ یہ قیمت ادا کی اس لئے وہ دہرا اجر کی مستحق قرار پائیں۔

۳۔ قرآن کی مذکورہ آیت میں ازواج مطہّرات کو خطاب کرتے ہوئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں سے بات کرتے ہوئے نرم لہجہ اختیار نہ کریں۔ (۳۲)

اس حکم سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ازواج مطہّرات کو امّہات المومنین کا درجہ دینے میں ایک خاص مصلحت شامل تھی اور وہ دعوت و تربیّت کی مصلحت تھی۔ چونکہ خدائی نقشہ کے مطابق یہ ہونا تھا کہ لوگ ازواج مطہّرات کے پاس اسلام کی تعلیمات اور اس کے مسائل دریافت کرنے کے لئے آئیں۔ ان آنے والوں میں صرف عورتیں نہ ہوں بلکہ مرد بھی ہوں۔ اس لئے مذکورہ حکم دیا گیا تاکہ مردوں سے بات کرتے ہوئے کسی نفسیاتی پیچیدگی کا احتمال نہ رہے۔ چنانچہ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی کثرت سے عورت اور مرد آپ کے پاس اسلامی احکام کو دریافت کرنے کے لئے آتے رہے۔

۴۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص مصلحت کیا تھی جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی۔ یہ دعوت تربیّت کے مقصد کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی مصلحت تھی۔

یہ ایک واضح بات ہے کہ امّت کی اصلاح و دعوت کے لئے صرف ایک خاتون کافی نہیں ہوسکتی تھیں۔ اس کے لئے متعدد خواتین کی ضرورت تھی جن سے لوگ رجوع کریں، اور اسلامی احکام دریافت کریں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مختلف قبائل اور مختلف

خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس طرح وہ ہر قبیلہ اور ہر خاندان کے لوگوں کے لئے اُنس کا ذریعہ بن گئی تھیں۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ ہر قبیلہ اور ہر خاندان کے مرد اور عورتیں ازواج مطہّرات کے گھروں پر آتے اور اپنے اُنس کے مطابق ان سے احکام ومسائل دریافت کرتے۔

۵۔ مذکورہ آیت میں ازواج مطہّرات کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم لوگ اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو ...... اور تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو تعلیم ہوتی ہے اس کو یاد رکھو۔ (۳۳ - ۳۴)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ امّہات المومنین سے اصلاح امّت کا جو کام لینا مقصود تھا اس کے لئے انہیں خصوصی طور پر تیار کیا گیا۔ انھیں ہدایت دی گئی کہ وہ تمام غیر متعلق دلچسپیوں اور سرگرمیوں کو ختم کر دیں اور یکسوئی کے ساتھ پیغمبر سے کسب فیض کریں۔ کیونکہ پیغمبر کی تعلیمات کو انھیں پوری طرح محفوظ کرنا ہے تاکہ پیغمبر کی زندگی میں اور پیغمبر کے بعد وہ ان باتوں کو امّت تک پہنچا سکیں۔

۶۔ اس سلسلہ میں حضرت عائشہ کا کردار نہایت خصوصی کردار ہے۔ تمام سیرت نگار متفق ہیں کہ تعلیم دین اور اشاعت احکام کے سلسلہ میں حضرت عائشہ سے امّت کو جو فائدے پہنچے وہ اکثر مرد صحابہ سے بھی زیادہ تھے۔

اس کی سادہ سی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ تمام ازواج سے سب سے کم عمر تھیں۔ اس کے ساتھ وہ نہایت ذہین تھیں۔ اور غیر معمولی حافظہ کی مالک تھیں۔ اپنی ان ذہنی صلاحیتوں کی وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنی ہوئی ہر بات کو اس کی صحیح ترین شکل میں اور کامل شکل میں یاد رکھا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جن اعمال کا انھوں نے مشاہدہ کیا ان کو بھی پوری طرح سمجھ کر اپنے ذہن میں محفوظ رکھا۔

حضرت عائشہ اپنی کمسنی کی بنا پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد تقریباً پچاس سال تک زندہ رہیں۔ وہ مسلمانوں کی دو نسلوں تک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات کو پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حضرت عائشہ اپنی مخصوص صفات کی بنا پر امّت مسلمہ کے لئے ایک عظیم رحمت تھیں۔ وہ ایک قسم کا زندہ ٹیپ ریکارڈ بن کر تقریباً

نصف صدی تک امت کے حق میں فیض رسانی کا ذریعہ بنی رہیں۔

مذکورہ آیت نمبر ۳۵ ایک اعتبار سے عام مسلمانوں کے لئے ہے۔ تاہم ازواج مطہرات سے بھی اس کا خصوصی تعلق ہے۔ اس آیت میں جن صفات کا ذکر ہے ان صفات کو ازواج مطہرات نے کامل اور مکمّل معنوں میں حاصل کیا۔ اور اس طرح وہ پوری امت کے لئے ابدی طور پر نمونۂ عمل بن گئیں۔

حضرت خدیجہؓ بنتِ خویلد

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی اہلیہ محترمہ ہیں۔ وہ قبیلہ قریش کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے پر دادا قصی بن کلاب تھے۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی جدّ اعلیٰ تھے۔ اس طرح چند پشت پہلے حضرت خدیجہ کا نسب نامہ آپ سے مل جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ کے والد کا نام خویلد تھا۔ اور آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ خویلد اپنے قبیلہ کے ایک معزز شخص تھے اور مکہ میں رہتے تھے۔

حضرت خدیجہ جب بڑی ہوئیں تو وہ اپنے پاکیزہ اخلاق کی بنیاد پر طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے والد نے ان کے نکاح کے لئے ورقہ بن نوفل کو منتخب کیا تھا وہ تورات اور انجیل کے عالم تھے اور لوگوں کی نظر میں محترم سمجھے جاتے تھے۔ مگر کسی وجہ سے یہ رشتہ نہ ہوسکا۔ اس کے بعد ابو ہالہ بن بناس تمیمی سے ان کا نکاح کیا گیا۔

ابو ہالہ کے مرنے کے بعد حضرت خدیجہ کا نکاح عتیق بن عابد سے ہوا۔ ان کا بھی جلد ہی انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد آپ کا نکاح صیفی بن امیہ سے کیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ بھی انتقال کر گئے۔ اب حضرت خدیجہ بیوہ کی حیثیت سے مکہ میں رہنے لگیں۔

اسی زمانے میں عرب جاہلیت کی مشہور جنگ چھڑی جس کو حرب الفجار کہا جاتا ہے۔ اس میں حضرت خدیجہ کے باپ خویلد بھی اپنے قبیلہ کے ساتھ نکلے۔ وہ اس جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے۔ یہ واقعہ عام الفیل سے تقریباً ۲۰ سال بعد کا ہے۔

باپ اور شوہر کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ تنہا ہوگئیں۔ آپ کے خاندان کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ اب گھر کا کوئی فرد اس کی نگرانی کے لئے باقی نہ رہا۔ حضرت خدیجہ نہایت باصلاحیت تھیں۔ چنانچہ انھوں نے خود اس کام کو سنبھالا۔ انھوں نے اپنے بعض رشتہ داروں کو اجرت دے کر ان کے ذریعہ سے اپنی تجارت کو جاری رکھا۔ آپ ان کے ذریعہ سے اپنا مال تجارت باہر بھیجتیں۔ اس زمانہ میں قریش کے تجارتی تعلقات شام وغیرہ ملکوں سے تھے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کے تجارتی اونٹ بھی زیادہ تر اسی علاقہ میں جاتے تھے حضرت خدیجہ نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے اپنے یہاں ملازم بھی رکھ لئے تھے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے چچا ابو طالب کو ان کے حالات کا علم تھا۔ایک بار جب تجارتی قافلہ کی روانگی کا وقت آیا تو ابو طالب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے کہا کہ تم کو جاکر خدیجہ سے ملنا چاہیئے۔ ان کا مال تجارت شام کی طرف جائے گا۔ میں پسند کرتا ہوں کہ تم بھی ان کے تجارتی قافلہ کے ساتھ جاؤ۔ میرے پاس سرمایہ نہیں۔ ورنہ میں تم کو اپنے سرمایہ سے تجارت کے لئے روانہ کرتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی۔ لوگوں کو آپ کے اعلیٰ اخلاق کا علم ہوچکا تھا۔ مکّہ میں آپ الامین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے چنانچہ حضرت خدیجہ کو جب ابو طالب کی اس گفتگو کی خبر ملی تو انھوں نے خود ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام کی طرف جائیں۔ میں اپنا غلام میسرہ آپ کے ساتھ کر دوں گی۔ مزید یہ کہ اس کام پر جتنا معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں اس کا دونا معاوضہ آپ کو دوں گی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس پیش کش کو قبول کرلیا۔ آپ خدیجہ کا مال لے کر میسرہ کے ساتھ بصریٰ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ جتنا مال لے گئے تھے۔ وہاں پہونچ کر سب فروخت ہوگیا۔ مکّہ واپس آنے کے بعد جب نفع کا حساب کیا تو حضرت خدیجہ کو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے جتنا نفع انھیں ہوا کرتا تھا اس بار اس کا دگنا نفع انھیں حاصل ہوا ہے۔ حضرت خدیجہ بہت خوش ہوئیں۔ جتنی رقم انھوں نے آپ کو دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس سے زیادہ رقم انھوں نے آپ کی خدمت میں پیش کی۔

رسول اللہ کا نکاح

حضرت خدیجہ کے شریفانہ کردار اور آپ کی دولت کی وجہ سے مکّہ کے بڑے بڑے لوگ آپ سے رشتہ نکاح کے خواہش مند تھے۔ لیکن حضرت خدیجہ کسی کے پیغام کو قبول نہ کرسکیں جب ان کو رسول اللہ کا تعارف حاصل ہوا اور انھوں نے آپ کے حالات کو جانا تو ان کی نگاہ میں آپ کی عزّت و وقعت بہت بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ انھوں نے آپ سے نکاح کا فیصلہ کرلیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم جب شام کے تجارتی سفر سے واپس آئے تو حضرت خدیجہ نے اپنی خادمہ نفیسہ کے ذریعہ آپ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ نے اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کے بعد اس کو منظور فرمالیا۔ نکاح کی تاریخ بھی طے ہوگئی۔

حضرت خدیجہ کے باپ فجار کی لڑائی میں مارے گئے تھے البتہ ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے۔ نفیسہ

ان کو بلا کر لائیں پھر ان کو اس رشتہ کے بارے میں مطلع کیا گیا۔عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ اپنے رشتۂ نکاح کے بارے میں خود گفتگو کر سکتی تھیں۔

مقررہ تاریخ پر حسبِ قاعدہ رسول اللہ اور آپ کے چچا ابو طالب اور خاندان کے دوسرے لوگ حضرت خدیجہ کے گھر جمع ہوئے۔حضرت خدیجہ نے بھی اپنے خاندان کے کچھ لوگوں کو اس موقع پر بلایا۔ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور عمرو بن اسد کے مشورہ سے ۵۰۰ مہر قرار پایا۔اس وقت رسول اللہ کی عمر ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ ۴۰ سال کی ہو چکی تھیں۔یہ آپ کے بعثت سے ۱۵ سال پہلے کا واقعہ ہے۔

اسلام کی آمد

نکاح کے ۱۵ سال بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو پیغمبری عطا فرمائی۔غارِ حرا میں پہلی وحی ملنے کے بعد آپ گھر واپس آئے اور سب سے پہلے حضرت خدیجہ کو اس کی خبر دی۔وہ اس کو سنتے ہی اس پر ایمان لے آئیں۔انھوں نے آپ سے نہ کوئی سوال کیا اور نہ کسی شبہ کا اظہار کیا،پیغمبری کی خبر سنتے ہی وہ آپ کی مومن بن گئیں۔اسی لئے حضرت خدیجہ کو خواتین میں سب سے پہلی مومنہ کہا جاتا ہے۔

رفیقۂ حیات

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب پیغمبری ملی اور جبریل فرشتہ نے آپ کو خدا کی پہلی وحی پہنچائی تو آپ پر اس کا شدید اثر ہوا۔یہ واقعہ مکّہ کے قریب پہاڑ کے ایک غار میں پیش آیا جس کو حرا کہا جاتا ہے آپ وہاں سے واپس ہو کر اپنے مکان پر آئے۔آپ نے حضرت خدیجہ سے پورا واقعہ بیان کیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے اس وقت حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلّی دی اور فرمایا۔"ہرگز نہیں،خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔آپ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔اور سچ بات بولتے ہیں۔ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں۔حق کے معاملہ میں ہمیشہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہ اپنے گھر سے نکلیں اور چل کر ایک عیسائی راہب کے پاس گئیں۔یہ راہب مکّہ کے پاس رہتا تھا۔راہب نے انھیں دیکھ کر پوچھا کہ اے قریش کی معزّز خاتون،آپ اس وقت کس لئے

آئی ہیں ۔ حضرت خدیجہ نے کہا کہ میں اس لئے آئی ہوں کہ آپ مجھ کو جبریل کے بارے میں بتائیں کہ وہ کون ہے ۔ راہب نے کہا، سبحان اللہ، وہ خدا کا پاک فرشتہ ہے ۔ وہ پیغمبروں کے پاس آتا ہے ۔ وہ موسیٰ اور عیسیٰ کے پاس آیا تھا ۔

حضرت خدیجہ اس کے بعد ایک اور عیسائی کے پاس گئیں جس کا نام عدّاس تھا ۔ اس سے بھی آپ نے یہی سوال کیا کہ جبرئیل کون ہیں ۔ عدّاس نے کہا کہ جبرئیل خدا کے فرشتے ہیں ۔ وہ موسیٰ کے پاس اس وقت تھے جب کہ اللہ نے فرعون کو غرق کیا ۔ وہ عیسیٰ پر اترے اور ان کے ذریعہ سے اللہ نے عیسیٰ کی مدد فرمائی ۔

حضرت خدیجہ اس کے بعد ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں ۔ وہ ایک عرب تھے اور جاہلیّت کے زمانہ میں عیسائی ہو گئے تھے ۔ وہ مسیحی مذہب کے عالم تھے ۔ انھوں نے انجیل کا ترجمہ سریانی زبان سے عربی میں کیا تھا ۔

ورقہ بن نوفل نے حالات سننے کے بعد کہا کہ اے خدیجہ ، اگر تم نے سچ کہا ہے تو یہی وہ فرشتہ ہے جو عیسیٰ کے اوپر اترا تھا ۔ اب وہ محمّد کے پاس آیا ہے ۔

حضرت خدیجہ گھر واپس آئیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو لے کر دوبارہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں ۔ ورقہ نے رسول اللہ کی زبان سے حالات سننے کے بعد کہا : آپ کو خوشخبری ہو ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی پیغمبر ہیں جس کی بشارت مسیح بن مریم نے اس سے پہلے دی تھی ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ۔ آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے گی اور آپ سے لڑے گی اگر میں اس وقت زندہ رہا تو میں ضرور آپ کا ساتھ دوں گا ۔

مزید حالات

مکّی دور میں پانچ وقت نماز فرض نہ ہوئی تھی ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم مختلف اوقات میں نماز پڑھا کرتے تھے ۔ حضرت خدیجہ بھی آپ کے ساتھ نماز میں شرکت کرتی تھیں ۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ ایک بار عفیف کندی سامان خریدنے کے لئے مکہ آئے اور عبّاس بن عبدالمطلب کے گھر میں ٹھہرے ۔ صبح کے وقت ایک دن کعبہ کی طرف نظر تھی ۔ اتنے میں ایک نوجوان

آیا۔ اپنا سر آسمان کی جانب اٹھاکر دیکھا اور پھر قبلہ رخ کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک لڑکا آیا اور اس نوجوان کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی دونوں اس نوجوان کے ساتھ نماز پڑھ کر چلے گئے پھر عفیف نے عباس سے کہا "عبّاس میں دیکھتا ہوں کوئی بڑا انقلاب ہونے والا ہے۔" عباّس نے کہا۔"ہاں" "تم جانتے ہو یہ جوان لڑکا اور عورت کون ہیں" عفیف نے کہا۔"نہیں" عبّاس نے کہا۔"یہ جوان میرا بھتیجا محمّدؐ ہے، یہ دوسرا بھتیجا علی ہے اور یہ محمّدؐ کی بیوی خدیجہ ہے، میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اس کا مذہب خاص الہامی مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے، جہاں تک مجھے معلوم ہے تمام روئے زمین پر ان تینوں کے سوا کوئی اس دین کا پابند نہیں ہے۔" عفیف کہتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے تمنّا ہوئی کہ میں چوتھا ہوتا۔

حضرت خدیجہ نے صرف آپ کی پیغمبری کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ اپنی آخری عمر تک رسول اللہ صلےّ اللہ علیہ وسلّم کی سب سے بڑی مددگار بنی رہیں۔ ہر موقع پر وہ آپ کی سچّی رفیقۂ حیات ثابت ہوئیں سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ مکّہ کے مشرکین جب آپ کی تکذیب کرتے اور آپ اس کا صدمہ لئے ہوئے گھر پر آتے تو حضرت خدیجہ کی باتوں سے آپ کا صدمہ دور ہو جاتا وہ آپ کی پوری طرح تصدیق کرتیں اور مشرکین کی باتوں کی تردید کر کے انھیں غلط ثابت کرتیں۔

رسول اللہ صلےّ اللہ علیہ وسلّم کو جب نبوّت ملی تو اس کے بعد آپ کی تجارت آپ سے چھوٹ گئی۔ آپ اپنا تمام وقت توحید کے پیغام کو پھیلانے میں صرف کرنے لگے۔ اس وقت حضرت خدیجہ نے اپنا پورا مال آپ کے حوالے کر دیا برسوں تک یہی مال آپ کے لئے معاش کا ذریعہ بنا رہا۔

نبوّت کے ساتویں سال قریش مکّہ نے آپ کے خلاف ایک نہایت سخت قدم اٹھایا۔ انھوں نے ایک معاہدہ کے ذریعہ آپ کے اور آپ کے خاندان کے مکمّل بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد آپ مجبور ہو کر اپنے اہل خاندان کے ساتھ ایک پہاڑی گھاٹی میں چلے گئے۔ یہاں آپ کو تین سال گذارنا پڑا۔ بعد کو اس گھاٹی کا نام شعب ابی طالب پڑ گیا۔

حضرت خدیجہ بھی اپنا گھر چھوڑ کر اسی گھاٹی میں رسول اللہ کے ساتھ رہیں۔ یہاں ان پر ہر قسم کی مصیبتیں پڑیں۔ مگر انھوں نے کبھی شکایت کا لفظ اپنی زبان سے نہیں نکالا۔ بائیکاٹ کی وجہ سے باہر کی کوئی چیز آپ کے پاس نہیں آسکتی تھی اور نہ آپ مکّہ کے بازار سے کوئی چیز خرید سکتے تھے۔ یہ زمانہ اتنا

سخت تھا کہ لوگوں کو درخت کے پتّے اور سوکھے چمڑے کھانے پڑے۔

اگر کوئی شخص آپ کے پاس کوئی چیز پہنچانا چاہتا تو وہ رات کے اندھیرے میں چھپا کر ہی بھیج سکتا تھا۔ ایک دن حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکم بن حزام نے کچھ کھانے کی چیز اپنے خادم کے ہاتھ بھجوائی راستہ ہی میں ابوجہل نے دیکھ لیا اور اس کو چھین لینا چاہا۔ اتفاق سے ابوالبختری وہاں آگیا۔ وہ اگرچہ مشرک تھا مگر وہ ایک رحمدل انسان تھا۔ اس نے ابوجہل کو روکا اور کہا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ معمولی کھانے کی چیز بھیج رہا ہے تو تم کیوں اس میں رکاوٹ ڈال رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ کو ان کی زندگی ہی میں جنّت کی خوشخبری دے دی تھی۔ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم گھر کے باہر تھے۔ حضرت خدیجہ آپ کی تلاش میں نکلیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مکّہ کے لوگ آپ کے سخت دشمن ہوگئے تھے۔ راستہ میں ایک مرد سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس سے انھوں نے رسول اللہ کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ آپ کا دشمن نہ ہو۔ گھر پہنچ کر انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے۔ انھوں نے تم کو سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ میں تم کو جنّت میں ایک ایسے گھر کی بشارت سنا دوں جو موتیوں سے بنا ہوگا۔ اور جس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف۔

حضرت خدیجہ کے یہاں کئی اولاد ہوئی۔ ان کے سابق شوہر ابوہالہ سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام ہالہ اور دوسرے کا نام ہند تھا۔ دوسرے شوہر عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے آپ کے یہاں چھ اولادیں ہوئیں۔ ان میں سے دو لڑکے تھے جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ چار لڑکیاں زندہ رہیں۔

آپ کے بڑے لڑکے کا نام قاسم تھا۔ انھیں کے نام پر آپ کی کنیّت ابوالقاسم تھی۔ مکّی دور میں بچپن ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ دوسرے لڑکے کا نام عبداللہ تھا۔ وہ زمانۂ نبوّت میں پیدا ہوئے۔ ابھی وہ گود میں تھے کہ ان کا بھی انتقال ہوگیا۔

حضرت خدیجہ سے پیدا ہونے والی لڑکیوں کے نام یہ ہیں، زینب، رقیّہ، امّ کلثوم اور فاطمہ۔

حضرت خدیجہ کے بچوّں کی پرورش سلمہ نام کی ایک خادمہ نے کی۔ وہ ان کو کھلاتی اور دودھ پلاتی یعنی قدیم عرب میں معزز گھرانوں کا عام رواج تھا۔

حضرت خدیجہ نے آپ پر ایمان لانے سے پہلے ہی بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ وہ نبوت سے قبل بھی ایک نیک بخت خاتون کی حیثیت سے مکّہ میں مشہور تھیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ سے بے انتہا محبّت تھی۔ ان کی زندگی میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد بھی آپ کا یہ حال تھا کہ جب بھی ان کا ذکر آتا تو آپ انکی بہت زیادہ تعریف کرتے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی جانور ذبح کرتے تو آپ اس کا گوشت حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھجواتے۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اگرچہ میں نے خدیجہ کو نہیں دیکھا مگر جتنا رشک مجھے خدیجہ پر تھا اتنا کبھی کسی دوسری عورت پر نہیں ہوا۔

ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی تعریف کی۔ حضرت عائشہ کو غیرت آئی انھوں نے کہا کہ آپ کب تک ایک بوڑھی عورت کو یاد کرتے رہیں گے جو وفات پا چکی۔ اور اللہ نے آپ کو ان سے بہتر بیوی دے دی۔ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہوئی۔ آپ نے فرمایا نہیں، خدا کی قسم مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ خدیجہ ایمان لائیں جب کہ تمام لوگوں نے میرا انکار کر دیا تھا۔ انھوں نے میری تصدیق کی جب کہ تمام لوگوں نے مجھے جھٹلا دیا تھا۔ انھوں نے اپنے مال سے میری مدد کی جب کہ دوسروں نے مجھے محروم کر دیا تھا۔ اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ خدیجہ کی محبّت مجھے پلادی گئی ہے۔

حضرت خدیجہ کی فضیلت میں بہت سی روایتیں آئی ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ افضل عورت مریم اور خدیجہ ہیں۔ حضرت خدیجہ نکاح کے بعد ۲۴ سال تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہیں۔ نبوّت کے آٹھویں سال، ہجرت سے تین سال پہلے رمضان کے مہینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت خدیجہ نے ۶۵ سال کی عمر پائی۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت سخت تھی۔ چنانچہ آپ نے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) فرمایا۔ کیونکہ اس کے بعد قریش آپ کی مخالفت میں زیادہ جری ہو گئے۔ اب وہ زیادہ بے باکی کے ساتھ آپ کو ستانے لگے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ آپ اہل مکّہ سے نا امید ہو کر طائف تشریف لے گئے۔

حضرت خدیجہ کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو ہمہ تن اللہ کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے اپنی مرضی کو خدا کی مرضی میں ملا دیا۔

آخری رسول کے حالات کے اعتبار سے ایک ایسی خاتون کی ضرورت تھی جو اپنی زندگی اور اپنا اثاثہ پوری طرح پیغمبر کے حوالے کر دیں اور کبھی کسی بات پر شکایت نہ کریں۔ حضرت خدیجہ کے انہیں امتیازی اوصاف کی بنا پر خدا نے ان کو اس خدمت خاص کے لئے چن لیا۔ انھوں نے اپنی زندگی، اپنا اثاثہ، اپنا آرام و راحت، سب کچھ پیغمبر خدا کے لئے وقف کر دیا۔ سخت ترین مصائب کے باوجود کبھی اُف نہ کیا۔ ان کی انہیں خصوصیات نے انہیں خدا کی نظر میں اس قابل بنایا کہ وہ آخری پیغمبر کی رفیقۂ حیات بنیں۔

حضرت سودہؓ

حضرت سودہ قریش کے ایک ممتاز قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ پہلے ان کا نکاح ان کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا تھا۔ انھوں نے اور ان کے شوہر نے نبوت کے ابتدائی زمانہ ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس وقت مکہّ کے حالات بہت سخت تھے۔ قریش کے لوگ اسلام قبول کرنے والوں کو بہت ستاتے تھے۔ جب ظلم بہت بڑھ گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو پڑوسی ملک حبش چلے جانے کی اجازت دے دی۔

حبش کی پہلی ہجرت کے وقت تک حضرت سودہ اور ان کے شوہر مکہّ ہی میں مقیم رہے۔ اس کے بعد حبش کی طرف ہجرت ہوئی اور اہل ایمان کا ایک گروہ وہاں جانے کے لئے تیارؔ ہو گیا تو حضرت سودہ اور ان کے شوہر بھی ان مہاجرین حبشہ میں شامل ہو گئے۔

ایک عرصہ تک حبش میں رہنے کے بعد حضرت سودہ مکہّ واپس آئیں۔ واپسی کے بعد ان کے شوہر سکران کی وفات ہو گئی۔ جب عدّت کے دن پورے ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ان سے نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت سودہ کی طرف سے حاطب بن عمرو ولی بنے۔ اور انھیں نے نکاح پڑھایا۔ حضرت سودہ پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہ کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم اکثر غمگین رہا کرتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت خولہ نے رسول اللہ صلےؔ اللہ علیہ وسلّم سے کہا کہ اے خدا کے رسول، میں خدیجہ کی وفات کے بعد سے آپ کو غمگین دیکھنے لگی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں، ایسا ہی ہے۔ خولہ نے کہا: پھر میں آپ کا نکاح کیوں نہ کرا دوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے اجازت دے دی۔

خولہ اس کے بعد سودہ کے پاس گئیں۔ اور ان کو یہ بات بتائی۔ حضرت سودہ نے اس رشتہ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ میرے والد سے بھی دریافت کر لو۔ آخری طور پر بات طے ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلےؔ اللہ علیہ وسلّم خود سودہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت سودہ کے والد نے ۴۰۰ درہم مہر پر آپ کا نکاح پڑھایا۔

نکاح ہو جانے کے بعد حضرت سودہ کے بھائی عبداللہ بن زمعہ آئے۔ اس وقت تک انھوں نے

اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ان کو جب اپنی بہن کے اس نکاح کا حال معلوم ہوا تو وہ سخت رنجیدہ ہوئے اور اپنے سر کے اوپر مٹی ڈال لی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اپنے اس فعل پر افسوس کیا کرتے تھے۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت سودہ سے پہلے ہوا اور حضرت عائشہ سے اس کے بعد۔ حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کے درمیان ہمیشہ اچھے تعلقات رہے دونوں ایک دوسرے کا لحاظ رکھتی تھیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے کبھی کوئی شکایت نہ ہوئی۔ حضرت عائشہ چونکہ چھوٹی تھیں اس لئے حضرت سودہ ان کو گھریلو معاملات میں مشورے دیا کرتی تھیں۔

نبوّت کے تیرھویں سال حضرت سودہ ہجرت کرکے مدینہ چلی گئیں۔ ہجرت کے سفر میں حضرت زید اور حضرت فاطمہ آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت سودہ کا قد اونچا تھا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ وہ اپنے لمبے قد کی وجہ سے فوراً پہچان لی جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ ضرورت کے لئے باہر جارہی تھیں۔ راستہ میں حضرت عمر مل گئے۔ ان کے نمایاں قد کی وجہ سے حضرت عمر نے ان کو پہچان لیا اور کہا کہ اے سودہ، تم کو ہم نے پہچان لیا۔ حضرت سودہ کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ واپس آکر انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ اس واقعہ کے بعد قرآن میں پردہ کی آیت اتری۔ حضرت عمر کو یہ پسند نہ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویاں باہر نکلیں وہ پہلے ہی سے پردہ کے حق میں رائے رکھتے تھے۔

۱۰ھ میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو حضرت سودہ آپ کے ساتھ تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی سہولت کے لئے انہیں یہ اجازت دے دی کہ وہ لوگوں کے مزدلفہ روانہ ہونے سے پہلے ہی وہاں سے چلی جائیں۔

حضرت سودہ اپنے اخلاق وعادات میں نہایت ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی۔

اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ بھی ان میں بہت زیادہ تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر اپنی بیویوں سے فرمایا تھا کہ اس حج کے بعد تم لوگ گھر سے نہ نکلنا۔ حضرت سودہ نے اس حکم پر شدّت کے ساتھ عمل کیا۔ اس کے بعد وہ پھر کبھی حج کے لئے نہیں گئیں۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی اور بیویاں حج کرتی

تھیں مگر حضرت سودہؓ اور حضرت زینبؓ نے اس حکم کی سختی سے تعمیل کی۔ اور آخر وقت تک گھر سے باہر نہ نکلیں۔ حضرت سودہؓ کہتی تھیں کہ میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب میں خدا کے حکم کے مطابق اپنے گھر میں بیٹھوں گی۔

فیاضی کی صفت بھی ان میں بہت زیادہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک بار ان کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی۔ حضرت سودہؓ نے لانے والے سے پوچھا کہ اس میں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ درہم۔ انھوں نے تمام کا تمام اسی وقت تقسیم کر دیا۔ وہ اپنی معاشی ضروریات کے لئے کھال بناتی تھیں اور اس کی آمدنی سے اپنا خرچ پورا کرتی تھیں اور صدقہ بھی کرتی تھیں۔

حضرت سودہؓ مزاج کے اعتبار سے کچھ تیز تھیں۔ اور کبھی کبھی ناراض ہوجایا کرتی تھیں۔ ان میں ظرافت کا مادہ بھی تھا۔ اکثر اپنی باتوں سے رسول اللہ کو ہنسا دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ کل رات کو میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ اتنی دیر تک رکوع میں رہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ میری نکسیر نہ پھوٹ جائے۔ اسی لئے میں برابر اپنی ناک پکڑے رہی۔ ان کے اس جملہ کو سن کر رسول اللہؐ صلے اللہ علیہ وسلم مسکرا دئیے۔

ایک دفعہ آپ کی سب بیویاں جمع ہوئیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ ہم میں کون سب سے پہلے آپ سے ملے گا۔ آپ نے فرمایا جو تم میں سب سے بڑے ہاتھ والا ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب بیویاں ایک دوسرے کے ہاتھ ناپا کرتی تھیں تو سودہؓ کا ہاتھ سب سے بڑا نکلتا تھا۔ لیکن حضرت زینبؓ نے سب سے پہلے وفات پائی۔ اس وقت سب کی سمجھ میں آیا کہ لمبے ہاتھ سے مراد صدقہ تھا جو حضرت زینبؓ کو بہت محبوب تھا۔ حضرت سودہؓ نے ۲۲ھ میں حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پہلے شوہر سے ایک لڑکا ہوا تھا۔ جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ وہ جنگ جلولاء (فارس) میں شہید ہوئے۔

حضرت عائشہؓ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق کی صاحبزادی تھیں۔ وہ بعثت نبوی کے چار سال بعد پیدا ہوئیں۔ اس طرح آپ کا سال ولادت ۹ھ قبل ہجرت ہے۔ حضرت عائشہ دوراوّل کے ان چند افراد میں سے ہیں جن کی پیدائش ایک مومن گھرانے میں ہوئی۔ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیدائش کے بعد میں نے اوّل دن سے اپنے والدین کو مسلمان پایا۔ حضرت عائشہ ہجرت سے پہلے ۱۰ھ نبوی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ کے نکاح میں آئیں۔ ایک روایت کے مطابق اس وقت آپ کی عمر چھ سال تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ کی تمام بیویوں میں صرف آپ ہی کنواری تھیں۔

حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم کے ذہن میں اس رشتہ کا خیال آیا۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت لے کر حضرت ابوبکر کے پاس گئیں اور ان سے اس رشتہ کا ذکر کیا۔ حضرت ابوبکر اس کے لئے راضی ہوگئے۔ شوال کے مہینہ میں ۵۰۰ درہم مہر پر آپ کا عقد کیا گیا۔ یہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ کی بیویوں کا عام مہر ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ کا نکاح آپ کے ساتھ بالکل سادگی سے ہوا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ جب میری والدہ نے مجھ کو باہر نکلنے سے روکا تب میں نے سمجھا کہ میرا نکاح ہوگیا ہے۔

حضرت عائشہ سے نکاح کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ تین سال تک مکہؔ میں رہے ۱۳ھ نبوی میں آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اس سفر میں صرف حضرت ابوبکر صدّیق آپ کے ساتھ تھے۔ جب آپ مدینہ پہنچ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں کو لانے کے لئے زید اور رافع کو مکہؔ بھیجا۔

ان دونوں کو آپؐ نے دو اونٹ اور پانچ سو درہم دئے۔ یہ لوگ مکہؔ سے واپس ہو کر مدینہ اس وقت پہنچے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ مسجد نبوی اور اس کے باہر کے حجرے تیار کرارہے تھے۔ حضرت عائشہ بنو حارث کے محلّہ میں اپنے عزیزوں کے ساتھ حضرت ابوبکر کے گھر میں اتریں۔ مدینہ کی آب و ہوا مکہؔ والوں کے موافق نہ تھی اس لئے اکثر مہاجرین وہاں پہنچ کر بیمار پڑ گئے۔ حضرت ابوبکر کو بھی بخار آگیا حضرت عائشہ نے ان کی تیمارداری کی۔ اس کے بعد خود حضرت عائشہ بھی بیمار پڑ گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ مرض کی شدت

سے آپ کے سر کے بال جھڑ گئے تھے ۔

حضرت عائشہ جب تندرست ہو گئیں تو حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو عائشہ کو رخصت کر دیا جائے ۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس مہر کی رقم موجود نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر نے اپنے پاس سے مہر کے پانچ سو درہم بطور قرض آپ کو دئے ۔ یہ رقم آپ نے حضرت عائشہ کے پاس بھیج دی ۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر ۹ سال تھی ۔

حضرت عائشہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ آپ کی والدہ ام رومان نے آواز دی ان کو اس بات کی کوئی خبر نہ تھی ۔ والدہ کے پاس آئیں تو والدہ نے ان کا منھ دھلایا ۔ بال درست کئے ۔ اسکے بعد اس مقام پر لے گئیں جہاں انصار کی عورتیں انتظار میں بیٹھی تھیں ۔ کچھ دیر کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ۔ تین سال پہلے شوال کے مہینہ میں نکاح ہوا تھا ۔ اب شوال ہی کے مہینہ میں ان کی رخصتی کی رسم ادا ہوئی ۔

حضرت عائشہ کی زندگی میں بہت سے واقعات پیش آئے جو اسلامی تاریخ کا اہم حصہ سمجھے جاتے ہیں ان میں سے ایک اِفک کا واقعہ ہے یعنی حضرت عائشہ پر تہمت لگانا ۔ یہ واقعہ غزوہ بنی مُصطلِق سے واپسی میں ۵ھ میں پیش آیا ۔ حضرت عائشہ اس سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں ۔ اس وقت وہ ایک ہار پہنے ہوئے تھیں ۔ جس کو انھوں نے اپنی بہن اسماء سے عاریت کے طور پر لیا تھا ۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۱۴ سال تھی ۔ راستہ میں ایک جگہ رات کے وقت قافلہ نے قیام کیا ۔ حضرت عائشہ ضرورت کے تحت پڑاؤ سے دور نکل گئیں ۔ فارغ ہو کر واپس آئیں تو اچانک انہیں محسوس ہوا کہ ان کے گلے کا ہار کہیں گر گیا ہے ۔ حضرت عائشہ کو اس کی پریشانی ہوئی ۔ وہ ہار کو تلاش کرتے ہوئے دوبارہ اسی طرف چلی گئیں جہاں سے آئی تھیں آخر کار ایک مقام پر ہار مل گیا ۔ اس کے بعد وہ واپس ہوئیں ۔ مگر جب پڑاؤ کی جگہ پہنچیں تو معلوم ہوا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے ۔ ان کا اونٹ بھی قافلہ کے ساتھ چلا گیا جس پر ان کا ہودج بندھا ہوا تھا ۔ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو حضرت عائشہ چادر اوڑھ کر وہیں بیٹھ گئیں ۔

قدیم رواج کے مطابق ، ہر قافلہ کے پیچھے ایک آدمی اس کی خبر گیری کے لئے چلا کرتا تھا ۔ تاکہ کسی کی کوئی چیز چھوٹ جائے یا اور کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ اس کو پورا کر سکے ۔

اس قافلہ کے پیچھے جو صاحب چل رہے تھے ان کا نام صفوان بن مُعَطّل تھا ۔ صبح کو جب وہ حسب

قاعدہ پڑاؤ پر آئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں ایک خاتون بیٹھی ہوئی ہیں۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ یہ حضرت عائشہ ہیں۔ وہ ان کے قریب اپنا اونٹ لے آئے اور اونٹ کو بٹھا دیا۔ حضرت عائشہ خود سے اس پر سوار ہو گئیں اس کے بعد صفوان بن معطّل نے اونٹ کو اٹھایا۔ حضرت عائشہ اونٹ کے اوپر تھیں اور صفوان بن معطّل اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل رہے تھے۔ اس طرح چلتے ہوئے وہ دوپہر کے وقت قافلہ سے مل گئے۔

مدینہ کے منافقین جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے اصحاب کو بدنام کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ انھوں نے اس واقعہ کو خوب خوب استعمال کیا۔ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا، اس نے جب حضرت عائشہ کو صفوان بن معطّل کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا تو لوگوں کے درمیان یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ نعوذ باللہ، اب وہ پاکدامن نہیں رہیں۔ منافقوں کے اس پروپیگنڈے کا اثر کچھ مسلمانوں پر بھی ہوا۔ وہ بھی وقتی طور پر اس میں ملوّث ہو گئے۔ یہ واقعہ سراسر بے بنیاد تھا اور حضرت عائشہ مکمل طور پر بے قصور تھیں۔ لیکن جب یہ بات پھیلی تو حضرت عائشہ فطری طور پر اس سے متاثر ہوئیں۔ یہاں تک کہ بیمار پڑ گئیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر عائشہ پاک ہیں تو خدا خود اس کی گواہی دے گا چنانچہ قرآن کی سورۂ نور میں آپ کی برأت اتری۔ اس کے بعد اس جھوٹے پروپیگنڈے کی فضا ختم ہو گئی۔

سورۂ نور میں اس جھوٹ کی تردید کرتے ہوئے کئی اصولی احکام دئے گئے اسی میں سے ایک حکم یہ ہے۔

جب تم لوگوں نے اس کو سنا تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے ایک دوسرے کی بابت نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔ (النور ۱۲)

واقعہ ایلاء کی تفصیل اس طرح ہے کہ غلّہ اور کھجور کی جو مقدار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی بیویوں کے لئے مقرر تھی وہ ان کی ضرورت سے کم تھی۔ مزید یہ کہ صدقات اور مہمانوں کی خدمت کی بنا پر وہ اور بھی زیادہ ناکافی ہو جاتی تھی۔ بعض اوقات گھر میں ایک مہینہ یا دو مہینہ تک آگ نہیں جلتی تھی۔ فاقہ کی نوبت بھی آجاتی تھی۔ اس کے باوجود یہ خواتین صبر و شکر کے طریقہ پر قائم تھیں۔

اس کے بعد جب فتوحات کا دائرہ بڑھا اور محاصل اور غنیمت کے اموال مدینہ آنے لگے تو آپ کی بیویوں نے بھی نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ ایک روز حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آپ سے ملنے کے لئے آئے انھوں نے دیکھا کہ آپ درمیان میں ہیں۔ اور آپ کی بیویاں چاروں طرف بیٹھی ہوئی نفقہ میں اضافہ کا

تقاضہ کر رہی ہیں۔ دونوں نے اپنی صاحبزادیوں کو سمجھایا تاہم ازواج اپنی بات پر قائم رہیں۔ یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ آپ نے یہ عہد کر لیا کہ ایک مہینہ تک اپنی بیویوں سے نہ ملیں گے۔ اسلام کی تاریخ میں اسی کو ایلاء کہا جاتا ہے۔

اس دوران آپ ایک بالاخانہ پر مقیم تھے جو حضرت عائشہ کے حجرہ سے قریب تھا۔ مدینہ کے منافقین نے مشہور کر دیا کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر نے طلاق کی خبر سنی تو فوراً مسجد نبوی میں آئے۔ تمام صحابہ پریشان تھے۔ حضرت عمر نے آپ سے ملنے کے لئے پیغام بھیجا۔ تیسری بار پیغام بھیجنے پر آپ نے ملنے کی اجازت دی۔ حضرت عمر اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک معمولی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جسم پر جگہ جگہ بان کے نشانات تھے۔ حجرہ میں مٹی کے چند برتن کے سوا کوئی سامان نہیں تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمر رو پڑے۔ انھوں نے کہا کہ اے خدا کے رسول، کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے بلند آواز سے کہا، اللہ اکبر۔ اور باہر آ کر یہ خوشخبری تمام مسلمانوں کو سنائی۔

جب ایک مہینہ کی مدّت گزر چکی تو آپ بالاخانہ سے اترے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں ایک ایک دن گنتی تھی۔ جب آپ بالاخانہ سے اترے تو اس روز ۲۹ دن ہوئے تھے۔ سب سے پہلے آپ حضرت عائشہ کے حجرہ میں گئے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ اے خدا کے رسول، آپ نے ایک مہینہ تک کا عہد کیا تھا۔ ابھی تو صرف ۲۹ دن ہوئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔ اس کے بعد قرآن میں وہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنی بیویوں کو مطلع کر دیں کہ تم دو چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو۔ دنیا یا آخرت۔ اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو عزّت و احترام کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور آخرت کی طلب گار ہو تو خدا نے اپنے فرمانبردار بندوں کے لئے بڑا اجر مہیا کیا ہے (الاحزاب رکوع ۴)۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے جب حضرت عائشہ کو قرآن کی آیتیں سنائیں تو حضرت عائشہ نے کہا میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں۔ اس جواب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم خوش ہوئے اس کے بعد آپ نے یہی بات دوسری بیویوں سے کہی۔ سب نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہ نے دیا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عائشہ کی عمر تقریباً ۱۸ سال تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیرہ دن بیمار رہے۔ اس میں سے پانچ دن آپ نے دوسری بیویوں کے پاس گزارے اور باقی آٹھ دن آپ حضرت عائشہ کے حجرے میں تھے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ کے بعد دوسرا نکاح نہ کریں۔ چنانچہ حضرت عائشہ آپ کے بعد تقریباً ۴۸ سال تک تنہا رہیں۔ انھوں نے چاروں خلفاء راشدین کا زمانہ دیکھا۔ اس پوری مدت میں آپ دین کی خدمت کرتی رہیں۔ لوگ آپ کے پاس اسلامی مسائل پوچھنے کے لئے آتے اور آپ ان کو تشفی بخش جواب دیتیں۔ اس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ تقریباً نصف صدی تک وہ علوم نبوت کو امت تک پہنچانے کا ذریعہ بنی رہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً دو برس بعد آپ کے والد اور خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر کا بھی انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے حضرت عائشہ کا بہت خیال رکھا۔ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ کے بعد میرے اوپر ابن خطاب کے احسانات ہیں۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویوں کے لئے دس دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ لیکن حضرت عائشہ کا وظیفہ بارہ ہزار درہم سالانہ تھا۔ اس کی وجہ حضرت عمر نے یہ بتائی کہ عائشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھیں۔

تیسرے خلیفہ حضرت عثمان کی شہادت کے زمانہ میں حضرت عائشہ مکہ میں تھیں۔ شہادت کا واقعہ مدینہ میں ہوا تھا۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر مدینہ سے مکہ آئے اور حضرت عائشہ کو پورے واقعہ کی اطلاع دی۔ وہ حالات کو بہتر بنانے کی نیت سے بصرہ گئیں۔ وہاں بعض غلط فہمیوں کی بنا پر حضرت علی کے ساتھ ایک جنگ پیش آئی۔ حضرت عائشہ اس وقت ایک اونٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں اس لئے اس کو جنگ جمل کہا جانے لگا۔ حضرت عائشہ بعد کو اس واقعہ پر بہت افسوس کرتی تھیں۔

ابن سعد میں ہے کہ جب وہ قرآن کی یہ آیت پڑھتیں جس میں کہا گیا ہے کہ اے پیغمبر کی بیویو، تم اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹھہرو۔ (الاحزاب ۲۲) تو وہ اس قدر روتیں کہ ان کا آنچل تر ہو جاتا۔ حضرت علی کے بعد حضرت عائشہ مزید ۱۸ سال زندہ رہیں۔ یہ تمام زمانہ انھوں نے اپنے گھر میں خاموشی کے ساتھ گزارا۔

حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے صاحبزادے عبداللہؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ وہ انھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ وہ جگہ میں نے خود اپنے لئے رکھی تھی لیکن اب میں خوشی کے ساتھ اس جگہ کو عمرؓ کے لئے دیتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کی اس اجازت کے بعد حضرت عمرؓ کی تدفین حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہوئی۔

حضرت عائشہؓ کا رنگ سرخ و سپید تھا۔ اکثر زرد رنگ کا لباس پہنتی تھیں۔ سادگی پسندی کی وجہ سے زیادہ تر ایک ہی جوڑا اپنے پاس رکھتیں اور اسی کو دھو دھو کر پہنتیں۔ لباس میں شریعت کا پورا خیال رکھتی تھیں۔ ایک بار ان کی بھتیجی حفصہ آپ سے ملنے کے لئے آئیں۔ ان کے سر پر ایک باریک دوپٹہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے وہ دوپٹہ لے کر اسے پھاڑ ڈالا۔ اور کہا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں کیا فرمایا ہے۔ اس کے بعد ایک موٹے کپڑے کا دوپٹہ لا کر انھیں دیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا ہر کام وہ ہمیشہ خود اپنے ہاتھ سے کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم ایک کمبل اوڑھ کر مسجد میں آئے۔ ایک صحابی نے کہا کہ اے خدا کے رسولؐ آپ کے کمبل پر دھبے نظر آتے ہیں۔ آپ نے کمبل کو ایک خادم کے ذریعہ حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عائشہؓ نے فوراً پانی منگایا۔ اپنے ہاتھ سے اس کے دھبّے صاف کئے۔ اور پھر کمبل کو سکھا کر آپ کے پاس بھجوا دیا

حضرت عائشہؓ کی پرورش ایک مالدار گھرانے میں ہوئی تھی۔ عمر میں آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے بہت چھوٹی تھیں۔ وہ ذہنی اور جسمانی اعتبار سے ایک ممتاز خاتون تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے مختلف قسم کی سخت تکلیفیں پیش آئیں۔ مگر انھوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ اس کو برداشت کیا۔ حتیٰ کہ اکثر انہیں پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں ملتا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایک بار انھوں نے کھانا طلب کیا۔ پھر فرمایا کہ مجھ کو وہ پچھلی حالت یاد آتی ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے دنیا کو چھوڑا تھا۔ خدا کی قسم، دو دن بھی سیر ہو کر آپ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے چلے گئے۔

حضرت عائشہؓ کو پردہ کا بہت خیال رہتا تھا۔ ایک بار ابن اسحاق ان سے ملنے کے لئے آئے جو نابینا تھے۔ آپ نے ان سے پردہ میں رہ کر بات کی۔ ابن اسحاق نے کہا کہ آپ مجھ سے کیوں پردہ کرتی ہیں۔ میں تو نابینا ہوں آپ کو دیکھ بھی نہیں سکتا۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: تم نابینا ہو مگر میں تو نابینا نہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں اکثر سورہ بقرہ، سورہ آل عمران اور سورۃ النساء پڑھتے تھے تلاوت کے دوران اگر خوف کی کوئی آیت آجاتی تو آپ اس سے اللہ کی پناہ مانگتے۔ اسی طرح بشارت کی کوئی آیت آتی تو آپ اس کے لئے دعا فرماتے۔ حضرت عائشہ اکثر تہجد کی نماز میں آپ کے ساتھ شریک رہتی تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ برابر تہجد کی نماز پڑھتی رہیں۔ رمضان کے علاوہ سال کے مختلف دنوں میں روزے رکھا کرتی تھیں۔ ہر سال حج کے لئے مدینہ سے مکہ جاتی تھیں۔

حضرت عائشہ بہت زیادہ سخی تھیں۔ کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹاتیں۔ ایک بار امیر معاویہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجا۔ شام ہوتے ہوتے انھوں نے سب صدقے میں دے دیا اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔ اس دن وہ روزے سے تھیں۔ خادمہ نے کہا کہ افطار کے لئے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ فرمایا کہ پہلے کیوں نہیں یاد دلایا۔

عبداللہ بن زبیر آپ کے بھانجے تھے۔ حضرت عائشہ کی غیر معمولی فیاضیوں کو دیکھ کر انھوں نے ایک بار کہا کہ عائشہ کا ہاتھ روکنا چاہئے۔ اس پر آپ اتنا ناراض ہوئیں کہ عبداللہ سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ننہالی رشتہ داروں نے بہت کہا تو ان کو معاف کر دیا۔ اور قسم کے کفارے میں ۴۰ غلام آزاد کئے۔

حضرت عائشہ اپنے دشمنوں سے بغض نہیں رکھتی تھیں آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو معاویہ بن خدیج نے قتل کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ ان سے بہت زیادہ ناراض رہنے لگیں۔ ایک بار معاویہ کسی جنگ میں اسلامی لشکر کے سردار مقرر ہوئے۔ واپسی کے بعد حضرت عائشہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس جنگ میں معاویہ کا برتاؤ فوج کے ساتھ کیسا رہا۔ آدمی نے بتایا کہ ہم نے ان میں کوئی عیب نہیں پایا۔ تمام مسلمان ان سے راضی تھے۔ کسی کا اونٹ مر جاتا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دے دیتے کسی کا گھوڑا ضائع ہو جاتا تو وہ اس کو دوسرا گھوڑا دے دیتے۔ کسی کا غلام بھاگ جاتا تو اس کی جگہ اس کو دوسرا غلام دے دیتے۔

حضرت عائشہ نے یہ باتیں سن کر کہا کہ استغفر اللہ، میں کیسے اس بنا پر ان سے ناراض رہوں کہ انھوں نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ حالاں کہ میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ۔ اے اللہ، جو شخص میری امت کے ساتھ نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر اور جو شخص اس پر سختی کرے تو بھی اس کے ساتھ سختی کر۔

حضرت عائشہ غیبت اور بدگوئی سے بہت پرہیز کرتی تھیں ۔ حتیٰ کہ جن لوگوں سے انھیں صدمہ پہنچا تھا ان کو بھی وہ برائی سے یاد نہ کرتیں ۔ افک کے واقعہ میں حسّان بن ثابت بھی شریک تھے حضرت عائشہ کو اس کا بہت صدمہ تھا ۔ اس کے باوجود وہ ان سے عزّت کے ساتھ پیش آتی تھیں ۔ حسّان بن ثابت آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے ۔ ایک بار وہ حضرت عائشہ کے پاس آئے ۔ انھوں نے ان کو عزّت سے بٹھایا ۔ جب چلے گئے تو کسی نے کہا ان کی آپ اتنی زیادہ عزّت کیوں کرتی ہیں ۔ حضرت عائشہ نے حسّان بن ثابت کا ایک شعر پڑھا اور کہا کہ صرف یہ شعر ان کے تمام گناہوں کی مغفرت کے لئے کافی ہے ۔

حضرت عائشہ کے بعض رشتہ دار افک میں ان کی شرکت کی وجہ سے ان سے ناراض تھے ۔ اور ان کو برا کہنا چاہتے تھے ۔ حضرت عائشہ نے ان کو سختی سے منع کیا اور کہا کہ حسّان بن ثابت کو برا نہ کہو ۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے مشرکوں کی باتوں کا جواب دیتے تھے ۔

حضرت عائشہ بہت زیادہ اللہ سے ڈرنے والی تھیں ۔ حضرت عثمان کی شہادت کے وقت وہ مکّہ میں تھیں ۔ طلحہ اور زبیر مدینہ سے مکّہ آئے اور آپ کو حالات سے باخبر کیا ۔ آپ اصلاح کے جذبہ کے تحت اونٹ پر بیٹھ کر بصرہ کے لئے روانہ ہوئیں ۔ آپ کے ساتھ بہت سے لوگ شامل تھے ۔ آخر میں حضرت علی کے ساتھ وہ جنگ پیش آئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے اس جنگ میں بہت سے مسلمانوں کا خون بہا ۔ جب اس جنگ میں اپنی شرکت کو یاد کرتیں تو بے اختیار رونے لگتیں ۔ آپ کو اپنے اس سفر پر ہمیشہ افسوس رہا ۔ فرماتی تھیں کہ کاش میں اس واقعہ سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکی ہوتی ۔

حضرت عائشہ کو امّت کے معاملات کی بہت فکر رہتی تھی ۔ غزوۂ خندق میں مشرکین کی فوج نے باہر سے مدینہ گھیر رکھا تھا ۔ دوسری طرف شہر کے اندر یہودیوں کی تخریب کاری کا ہر وقت ڈر لگا ہوا تھا ۔ اس وقت آپ گھر سے نکل کر جنگ کی صورتِ حال کا معائنہ کرتی رہتی تھیں ۔ غزوۂ احد میں مسلمان سخت پریشانی کے عالم میں پڑ گئے تھے ۔ اس وقت حضرت عائشہ اپنی پیٹھ پر پانی سے بھری ہوئی مشک لے آتیں اور مسلمانوں کو پانی پلاتیں ۔

حضرت عائشہ نہایت ذہین تھیں اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی ہر بات کو نہایت گہرائی کے ساتھ سمجھ سکتی تھیں ۔ چنانچہ ان سے کثیر تعداد میں دینی مسائل امّت کو معلوم ہوئے ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں ۔ ہم کو کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی جس کو ہم نے عائشہ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے

متعلق ہمیں کچھ علم نہ مل جائے ۔امام زہری کہتے ہیں ۔ اگر تمام صحابہ کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم سب سے زیادہ ہوگا۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں : میں نے فقہ اور طب اور شاعری میں عائشہ سے زیادہ بڑا عالم کسی کو نہیں پایا ۔

حضرت عائشہ کے اندر فصاحت و بلاغت بھی کمال درجہ میں پائی جاتی تھی۔ موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں پایا ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آتی تو آپ کی پیشانی پر پسینہ آجاتا۔ اس واقعہ کو حضرت عائشہ اس طرح بیان کرتی ہیں : آپ کی پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے (مِثلُ الجُمان) ۔

حضرت عائشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی قربت کی وجہ سے نہ صرف دین کی باتوں کو جانتی تھیں بلکہ وہ ان کے بارے میں گہرائی کے ساتھ رائے قائم کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی تھیں ۔

شیبہ بن عثمان نے آپ سے کہا کہ کعبہ کا غلاف اتارنے کے بعد دفن کر دینا چاہئے ۔تاکہ وہ انسانوں کے ہاتھ میں نہ پہنچے اور اس کی بے حرمتی نہ ہو۔ آپ نے فرمایا : یہ تو کوئی بات نہیں ہے ۔جب غلاف کعبہ سے اتر گیا تو اس کے بعد وہ ایک عام کپڑا ہے ۔ تم کیوں نہیں ایسا کرتے کہ اس کو بیچ کر اس کی قیمت غریبوں میں تقسیم کردو ۔

حضرت عائشہ اسلام کی حقیقی روح کو اس کی گہرائی کے ساتھ سمجھتی تھیں ۔ اس سلسلہ میں ان کے بہت سے اقوال کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں ۔

فجر کی نماز میں صرف دو رکعت فرض اور دو رکعت سنّتیں رکھی گئی ہیں ۔ اس کی وجہ لوگوں کو معلوم نہ تھی ۔حضرت عائشہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ فجر کی نماز میں اس لئے زیادہ رکعتیں نہیں رکھی گئیں کہ اس میں قرآت لمبی کی جاتی ہے ۔

حضرت عمر سے ایک روایت ہے کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنا چاہئے ۔بظاہر اس کا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا تھا ۔حضرت عائشہ سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے کہا ، اگر کوئی شخص سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھے تو آفتاب پرست لوگوں کے ساتھ مشابہت ہوجائے گی ۔

ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے بعض صحابہ نے خیال کیا کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے ۔ اور بعض نے اس کو صرف اس زمانہ کے لئے مخصوص

سمجھا۔حضرت عائشہ نے بتایا کہ یہ حکم وقتی تھا۔انھوں نے اس کی توجیہہ اس طرح کی کہ ابتدائی زمانہ میں کم تعداد میں لوگ قربانی کر سکتے تھے۔اس لئے یہ حکم دیا گیا تاکہ جن لوگوں نے قربانی نہیں کی ہے انھیں بھی اس کا گوشت مل جائے۔

حضرت عائشہ کا مرتبہ حدیث کے راویوں میں بھی بہت بلند ہے۔حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے سوا کسی اور صحابی سے اتنی روایتیں بیان نہیں ہوئی ہیں جتنی حضرت عائشہ سے بیان ہوئی ہیں حضرت ابوہریرہ کی روایتوں کی تعداد ۵۳۷۴ ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس کا درجہ ہے جنھوں نے ۲۶۶۰ حدیثوں کی روایت کی ہے۔

حضرت عائشہ ہجرت سے ۹ سال پہلے پیدا ہوئیں۔۵۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔اس اعتبار سے وفات کے وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔یہ امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔حضرت ابوہریرہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

انتقال سے پہلے حضرت عائشہ نے وصیت کی تھی کہ جنت البقیع میں دفن کرنا۔جہاں دوسری ازواج رسول دفن ہیں۔چنانچہ اسی کے مطابق آپ کی تدفین ہوئی۔آخری بیماری میں لوگ خیریت پوچھنے کے لئے آتے تو کہتیں: الحمدللہ اچھی ہوں۔اکثر فرمایا کرتیں کہ کاش میں پیدا نہ ہوتی۔اے کاش میں پتھر ہوتی۔

آپ کی وفات رات کے وقت ہوئی۔آپ کے گھر پر بہت سی مشعلیں روشن کی گئیں۔آنے والی عورتوں کی اتنی کثرت تھی کہ گھر کے اندر اور باہر ہجوم کا منظر دکھائی دینے لگا۔آپ کے انتقال سے لوگ بہت غمگین ہوئے۔مسروق کہتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ میں ام المومنین کے لئے ماتم کی مجلس برپا کروں عبداللہ بن عمر نے ایک شخص سے پوچھا کہ عائشہ کی وفات سے کس کس کو غم ہوا۔اس نے جواب دیا کہ وہ جن لوگوں کی ماں تھیں ان سب کو ان کا غم ہے۔

حضرت عائشہ نے وصیت کی تھی کہ موت کے بعد فوراً مجھ کو دفن کر دیں۔چنانچہ رات ہی کو عشار کی نماز کے بعد جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔اس رات کو جنت البقیع میں لوگوں کا ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ اس سے پہلے ایسا ہجوم کبھی دیکھا نہیں گیا۔

حضرت حفصہؓ

حضرت حفصہؓ عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ وہ نبوّت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں جب کہ قریش کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو اس کے بعد ہی ان کا قبیلہ بھی مسلمان ہوگیا۔ غالباً اسی وقت آپ بھی اسلام میں داخل ہوئیں۔ حضرت حفصہؓ کا پہلا نکاح خنیس سے ہوا تھا۔ خنیس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور حضرت حفصہؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔ اسکے بعد وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ اسی جنگ میں وہ زخمی ہو گئے تھے۔ مدینہ واپس آکر دوبارہ صحتیاب نہ ہوسکے۔ اور ان زخموں ہی کی وجہ سے شہادت پائی۔

عدّت کے بعد حضرت عمر کو اپنی صاحبزادی کے نکاح کی فکر ہوئی۔ اسی زمانہ میں حضرت عثمان کی اہلیہ حضرت رقیہ کا انتقال ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر سب سے پہلے حضرت عثمان سے ملے۔ اور ان سے حفصہؓ کو اپنے نکاح میں لینے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس پر غور کروں گا۔ چند دنوں کے بعد دوبارہ ملاقات ہوئی تو حضرت عثمان نے انکار کردیا۔ اب حضرت عمر نے یہی پیغام حضرت ابوبکر کو دیا۔ حضرت ابوبکر خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ یہ بات حضرت عمر کو ناگوار ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ نکاح ہونے کے بعد حضرت ابوبکر حضرت عمر سے ملے اور کہا کہ جب تم نے مجھ سے حفصہ کے نکاح کی خواہش کی اور میں خاموش رہا تو تم کو ناگوار گزرا۔ لیکن میں نے اسی بنا پر کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ رسول اللہ نے ان کا ذکر کیا تھا۔ اور میں ان کا راز فاش کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ کا ان سے نکاح کا قصد نہ ہوتا تو میں اس کیلئے آمادہ تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت حفصہؓ کا نکاح ۳ھ میں ہوا۔ حضرت حفصہؓ سے امّت کو ۶۰ حدیثیں ملی ہیں۔ یہ حدیثیں انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت عمر سے سنی تھیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اصحاب اور اصحاب حدیبیہ جہنّم میں داخل نہیں کئے جائیں گے۔ حضرت حفصہ نے یہ سن کر کہا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اور تم میں سے ہر شخص جہنّم سے گزرنے والا ہے۔ یہ تیرے رب کے اوپر لازم ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔"

آپ نے فرمایا، کہ ہاں، مگر اس کے بعد اسی میں یہ بھی تو ہے کہ "پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈرتے تھے اور ظالموں کو اس میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔" (مریم ۷۲-۷۱)

حضرت حفصہ بہت دیندار اور عبادت گزار تھیں۔ ابن سعد نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والی تھیں۔ ایک روایت کے مطابق، جس دن ان کا انتقال ہوا اس دن بھی وہ روزہ سے تھیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر کی ایک روایت ہے کہ ہم لوگ جاہلیّت میں عورتوں کو زیادہ اہمیّت نہ دیتے تھے۔ اسلام نے ان کو درجہ عطا کیا اور قرآن میں ان کے متعلق آیتیں اتریں تو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی۔ ایک دن میری بیوی نے کسی معاملہ میں مجھ کو ایک رائے دی۔ میں نے کہا: تم کو رائے اور مشورہ سے کیا واسطہ۔ بیوی نے جواب دیا کہ اے ابن خطاب، تم کو میری ذرا سی بات بھی برداشت نہیں حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ کو برابر کا جواب دیتی ہے یہاں تک کہ آپ اس کی وجہ سے دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں۔ میں یہ سن کر حفصہ کے پاس آیا۔ میں نے کہا کہ اے بیٹی، میں نے سنا ہے کہ تم رسول اللہ کو برابر کا جواب دیتی ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں ہم ایسا کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ خبردار، ایسا نہ کرو۔ میں تم کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت صفیہؓ اپنے حجرہ میں رو رہی تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور رونے کی وجہ پوچھی۔ انھوں نے جواب دیا: حفصہ میرے بارے میں کہتی ہیں کہ تم یہودی کی بیٹی ہو۔ آپ نے حضرت حفصہ سے فرمایا کہ اے حفصہ، تم خدا سے ڈرو۔ پھر آپ نے حضرت صفیہ سے کہا۔ تم نبی کی اولاد میں سے ہو۔ اور تم پیغمبر کے نکاح میں ہو۔ حفصہ کو تمہارے اوپر کوئی فضیلت نہیں۔

حضرت حفصہ کا انتقال شعبان ۴۵ھ میں مدینہ میں ہوا۔ یہ امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ انھوں نے مروان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ چنانچہ مروان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک آپ کے جنازہ کو کاندھا دیا۔ اسکے بعد حضرت ابوہریرہ جنازہ کو قبر تک لے گئے۔ آپکو جنّت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت حفصہ کے پاس ایک جائداد تھی جس کو حضرت عمر نے ان کی نگرانی میں دیا تھا۔ وفات کے وقت انھوں نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمر کو بلایا اور وصیّت کی کہ اس جائداد کو میرے بعد صدقہ کر دینا۔

انھوں نے اپنے بعد کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

زینبؓ اُمّ المساکین

حضرت زینب بنت خزیمہ ازواج مطہّرات میں سے ہیں۔ وہ غریبوں کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اسی لئے وہ ام المساکین کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے نکاح میں آنے سے پہلے ان کا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش جنگ احد میں شہید ہوگئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ان سے نکاح کرلیا۔

نکاح کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے پاس صرف چند مہینے رہی تھیں کہ ان کا انتقال ہوگیا حضرت خدیجہ کے بعد وہ رسول اللہ علیہ وسلّم کی دوسری اہلیہ ہیں۔ جنھوں نے آپ کی زندگی میں وفات پائی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے خود آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ وہ جنّت البقیع میں دفن کی گئیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال تھی۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ

امّ سلمہ کا تعلق قبیلۂ قریش کی شاخ بنو مخزوم سے تھا۔ ان کا اصل نام ہند ہے۔ ان کی کنیت امّ سلمہ تھی۔ اسی کنیّت سے وہ مشہور ہوئیں۔ ان کے والد مکّہ کے ایک فیاّض شخص تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ کسی سفر میں جاتے تو پورے قافلہ کا خرچ تنہا ادا کرتے۔ اسی لئے ان کو زادالراکب کہا جانے لگا۔

حضرت امّ سلمہ کا پہلا نکاح ابو سلمہ سے ہوا جو ان کے چچازاد بھائی تھے۔ مکّہ میں اسلام کی دعوت بلند ہوئی تو وہ اور ان کے شوہر دونوں اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد جب مشرکین کا ظلم بڑھا تو دونوں نے مکّہ سے حبش کی طرف ہجرت کی۔ وہاں کچھ دنوں رہ کر دوبارہ مکّہ واپس آئیں اور اس کے بعد مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ وہ مکّہ کی پہلی خاتون ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔ ہجرت کے سفر میں ان کو بہت پریشانی اٹھانی پڑی۔

مورّخ ابن اثیر نے ان کا قصّہ خود ان کی زبان میں درج کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں:

"ابو سلمہ نے جب مدینہ جانے کا فیصلہ کیا تو ان کے پاس ایک ہی اونٹ تھا۔ اسی پر انھوں نے مجھ کو اور میرے بیٹے سلمہ کو سوار کر دیا۔ اور خود اونٹ کی نکیل ہاتھ میں لے کر روانہ ہوئے۔ بنو مغیرہ میرے میکہ کے لوگ تھے۔ انھوں نے ہم کو دیکھ لیا۔ اور یہ کہہ کر روک ڈالی کہ ہم اپنی لڑکی کو ایسی خراب حالت میں نہ جانے دیں گے۔ انھوں نے ابو سلمہ کے ہاتھ سے نکیل چھین لی۔ اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اسی دوران بنو عبدالاسد، ابو سلمہ کے خاندان والے آ گئے۔ انھوں نے میرے بچہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بنو مغیرہ سے کہا۔ اگر تم اپنی لڑکی کو شوہر کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہم اپنے بچّے کو تمہاری لڑکی کے پاس ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اب میں میرا شوہر اور میرا بچّہ تینوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے چونکہ ہجرت کا حکم ہو چکا تھا۔ اس لئے ابو سلمہ روانہ ہو کر مدینہ پہنچ گئے۔ مگر میں مکّہ میں تنہا رہ گئی۔ صدمہ کے عالم میں میں روزانہ صبح کو گھر سے نکلتی اور ایک ٹیلے پر بیٹھ کر شام تک رویا کرتی۔ اس حال میں مجھ کو لمبی مدّت گزر گئی۔ ایک دن بنو مغیرہ کے ایک شخص نے مجھ کو دیکھا۔ وہ میرا عزیز تھا۔ اس کو میری اس پریشانی پر بہت ترس آیا۔ اس نے بنو مغیرہ

کو جمع کر کے کہا "اس عورت پر کیوں ظلم کرتے ہو۔ اس کو جانے دو اور اس کا بچہ اس کے حوالہ کر دو۔" میرے میکہ والوں کو بھی غیرت آئی۔ اور انھوں نے اجازت دے دی کہ اگر تم چاہو تو اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہو۔ یہ سن کر بنو عبدالاسد نے بھی میرے بچہ کو میرے پاس بھیج دیا۔ میں نے اونٹ پر کجاوہ کسا اور سلمہ کو گود میں لے کر سوار ہو گئی۔ میں بالکل تنہا تھی۔ کوئی مرد میرے ساتھ نہ تھا۔ اسی عالم میں تیغم پہنچی۔ وہاں عثمان بن طلحہ (کعبہ کے کلید بردار) ملے۔ انھوں نے میرا ارادہ معلوم کر کے مجھ سے پوچھا کہ کیا کوئی تمہارے ساتھ ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ صرف میں ہوں اور یہ میرا بچہ۔ عثمان نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تم تنہا کبھی نہیں جا سکتیں۔ یہ کہہ کر انھوں نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور ہاتھ سے کھینچتے ہوئے آگے آگے چلنے لگے۔ خدا جانتا ہے مجھے طلحہ سے زیادہ شریف آدمی عرب میں کوئی نہیں ملا۔ جب منزل آتی اور ہم کو ٹھہرنا پڑتا تو وہ کسی درخت کی آڑ میں ہو جاتے۔ چلنے کا وقت ہوتا تو اونٹ کو تیار کر کے لاتے اور جب میں اطمینان سے بیٹھ جاتی تو اونٹ کی مہار لے کر آگے آگے چلنے لگتے۔ اسی طرح مختلف منزلوں پر قیام کرتے ہوئے یہ قافلہ مدینہ پہنچا۔ قبا کی آبادی پر نظر پڑی تو عثمان بولے۔ تمہارا شوہر اس گاؤں میں ہے۔ ابو سلمہ یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں اللہ کے بھروسہ پر اس محلّہ میں داخل ہوئی اور خدا خدا کر کے ان سے ملاقات ہوئی۔ عثمان بن طلحہ مجھے ابو سلمہ کا پتہ بتا کر مکّہ واپس ہو گئے۔"

حضرت امّ سلمہ پر اس ہمدردی کا ہمیشہ اثر رہا۔ وہ اکثر فرماتیں۔" میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی کوئی نہیں دیکھا۔"

بعد میں جب آپ اپنی ہجرت کا ذکر کرتیں تو کہتیں: " میں نہیں جانتی کہ اہل بیت میں سے کسی نے وہ مصیبتیں اٹھائی ہوں جو اسلام کی خاطر خاندان ابو سلمہ کو جھیلنا پڑیں۔"

امّ سلمہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ پہلی پردہ نشین خاتون تھیں جن کو سب سے پہلے مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑا۔

حضرت امّ سلمہ بڑی عزّت والی خاتون تھیں۔ ان کے باپ ابو امیّہ قریش کے نہایت معزز و معروف

شخص تھے ۔ہجرت کے زمانہ میں جب آپ قباپہنچیں تو لوگ آپ کا حال پوچھتے اور جب وہ اپنے باپ کا نام بتاتیں تو ان کو یقین نہیں آتا تھا ۔ یہ حیرت ان کے تنہا سفر کرنے پر تھی ۔ شریف عورتیں اس زمانہ میں اس طرح تنہا نہیں نکلتی تھیں ۔ حضرت ام سلمہ مجبوراً خاموش ہو جاتیں ۔ لیکن جب کچھ لوگ حج کے ارادہ سے مکہ روانہ ہوئے اور انھوں نے اپنے گھر خط بھجوایا ۔ اس وقت لوگوں کو یقین ہوا کہ وہ واقعی ابوامیہ کی بیٹی ہیں اور پھر وہ نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جانے لگیں ۔

ابو سلمہ ایک شہسوار تھے ۔ بدر اور احد کے غزوہ میں شریک ہوئے ۔غزوۂ احد میں زخمی ہو گئے ۔ ایک عرصہ تک علاج کرتے رہے ۔ مگر زخم اچھا نہ ہو سکا ۔ اسی حالت میں ۴ھ میں وفات پائی ۔

ابو سلمہ کی نماز جنازہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ نے پڑھائی ۔ وفات کے وقت ابو سلمہ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں ۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کی آنکھیں بند کیں اور ان کی مغفرت کے لئے دعا کی ۔

ام سلمہ کو آپ نے روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ صبر کرو اور ابو سلمہ کے حق میں دعا کرو ۔

ابو سلمہ کی وفات کے وقت ام سلمہ حاملہ تھیں ۔ ولادت کے بعد حضرت ابو بکر نے ان سے نکاح کا پیغام دیا ۔ مگر ام سلمہ نے انکار کر دیا ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ نے حضرت عمر کے ذریعہ ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا ۔ ام سلمہ نے کہا کہ مجھ کو چند عذر ہیں ۔ ایک یہ کہ میں بہت غیرت دار عورت ہوں ۔ دوسرے یہ کہ میں بال بچے والی ہوں ۔ تیسرے یہ کہ میری عمر زیادہ ہے ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلمؐ نے ان کی شرطیں منظور کر لیں تو اس کے بعد وہ نکاح کے لئے راضی ہو گئیں ۔ اور اپنے بیٹے عمر سے کہا اٹھو اور رسول اللہ سے میرا نکاح کر دو ۔ یہ نکاح شوال ۴ھ میں ہوا ۔

نکاح کے بارے میں احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ " ایک بار ام سلمہ نے اپنے شوہر ابو سلمہ سے کہا ۔ میں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر جنتی ہو اور عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اس عورت کو بھی شوہر کے ساتھ جنت میں جگہ دیتا ہے ۔ یہی صورت مرد کے لئے ہے ۔ تو آؤ ہم تم معاہدہ کر لیں ۔ نہ تم ہمارے بعد نکاح کرو نہ میں تمہارے بعد ۔ ابو سلمہ نے جواب دیا ۔ کیا تم میری اطاعت کرو گی ؟ ام سلمہ نے کہا سوائے تمہاری اطاعت کے مجھے کس بات میں خوشی ہو سکتی ہے ۔ ابو سلمہ نے کہا تو جب میں مر جاؤں تو میرے بعد نکاح کر لینا ۔" پھر ابو سلمہ نے دعا مانگی " یا اللہ میرے بعد ام سلمہ کو مجھ سے بہتر ساتھی عطا فرما ۔"

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں جب ابو سلمہ مر گئے تو میں اپنے دل میں کہتی تھی کہ ابو سلمہ سے بہتر کون ہو گا ۔

اس کے کچھ دنوں کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے میرا نکاح ہوگیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے امّ سلمہ کو دو چکیاں، دو مشکیزے، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں خرمے کی چھال بھری ہوئی تھی عنایت فرمایا۔ یہی سامان آپ نے دوسری بیویوں کو بھی دیا تھا۔

جب آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے نکاح میں آئیں تو حضرت عائشہ ان کی خوبیوں کا حال سن کر ان کو دیکھنے آئیں۔ دیکھنے کے بعد حضرت عائشہ نے کہا کہ امّ سلمہ اس سے زیادہ خوبیوں والی ہیں جتنا کہ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا۔

امّ سلمہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلّم کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ سفینہ امّ سلمہ کے غلام تھے۔ امّ سلمہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ مگر یہ شرط رکھی کہ جب تک رسول اللہ ہیں آپ کی خدمت سفینہ پر لازم ہوگی۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو ان کا درست مشورہ دینا ایک مشہور واقعہ ہے صحیح بخاری میں ہے کہ صلح کے معاہدہ کی تکمیل کے بعد جب آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ قربانی کے جانور جو تم اپنے ساتھ لائے ہو، یہیں ذبح کر دو اور سر منڈوالو تو ایک شخص بھی اس کے لئے نہ اٹھا۔ آپ نے تین بار اپنے حکم کو دہرایا پھر بھی سب لوگ خاموش رہے اور کوئی اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ آپ رنج کی حالت میں وہاں سے لوٹ کر اپنے خیمہ میں گئے جہاں امّ سلمہ موجود تھیں۔ انھوں نے آپ کو غمگین دیکھ کر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ آج وہ ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے مسلمانوں کو حکم دیا مگر ان میں سے کوئی بھی شخص میرے حکم کی تعمیل کے لئے نہ اٹھا۔ امّ سلمہ نے کہا: اے اللہ کے رسول، اگر آپ کی رائے یہی ہے تو آپ میدان میں تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ کہے بغیر اپنا قربانی کا جانور ذبح کر دیں اور سر منڈا لیں۔ آپ خیمہ سے باہر نکلے اور کسی سے کچھ کہے بغیر اپنی قربانی کا جانور ذبح کیا اور نائی کو بلا کر سر منڈایا۔ جب صحابہ نے یہ دیکھا تو سب نے اٹھ کر اپنا اپنا قربانی کا جانور ذبح کر دیا۔ اگرچہ ان کے رنج وغم کا عالم یہ تھا کہ جب وہ ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو کاٹ ڈالیں گے۔

حجتہ الوداع ۱۰ھ میں ہوا۔ اس وقت امّ سلمہ بیمار تھیں۔ مگر وہ آپ کے ساتھ مدینہ سے مکہ آئیں۔ طواف کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ان سے فرمایا کہ جب نماز فجر قائم ہو تو تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کر لینا۔ چنانچہ امّ سلمہ نے ایسا ہی کیا۔

۱۱ھ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم بیمار ہوئے۔ مرض نے طول پکڑا تو آپ حضرت عائشہ کے

حجرہ میں چلے گئے۔ ام سلمہ اکثر آپ کو دیکھنے کے لئے وہاں جایا کرتی تھیں۔ ایک دن آپ کی بیماری کو دیکھ کر ام سلمہ چیخ اٹھیں۔ آپ نے منع کیا کہ یہ اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔

وفات سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے حضرت فاطمہ کے کان میں کچھ بات کہی تھی۔ حضرت عائشہ بے تاب ہو کر اسی وقت پوچھنے لگیں۔ لیکن حضرت امّ سلمہ نے توقف کیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد اسے پوچھا۔

اموی خلیفہ مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور کہتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عبّاس جیسے صحابہ بھی ان کے علم سے فیض اٹھاتے تھے۔ امّ سلمہ قرآن کی تلاوت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے طرز پر کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کس طرح قرآن پڑھتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آپ ایک ایک آیت الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔ اس کے بعد خود اسی طرح پڑھ کر بتایا۔

امّ سلمہ نے جو حدیثیں روایت کی ہیں ان کی تعداد ۳۷۸ ہے۔ ان کو حدیث سننے کا بہت شوق تھا ایک دن وہ اپنے حجرہ میں بال درست کرا رہی تھیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم مسجد میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی آواز سنتے ہی آپ فوراً بال کو اسی حال میں باندھ کر کھڑی ہوگئیں۔ اور قریب ہو کر پورا خطبہ سنا۔

آپ نہ صرف حدیثوں کی راوی تھیں بلکہ خود بھی مسائل کا استنباط کرتی تھیں علّامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اگر ان کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

امّ سلمہ نے ہمیشہ زہد کی زندگی گزاری۔ ایک مرتبہ انھوں نے ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصّہ شامل تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے ناپسند کیا تو اسی وقت اس کو توڑ ڈالا۔ ہر مہینہ میں تین دن (دوشنبہ، جمعرات اور جمعہ) کو روزہ رکھتی تھیں۔ ثواب کے کاموں کو پسند کرتی تھیں۔ ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھی اور وہ نہایت احتیاط سے ان کی پرورش کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے ایک بار آپ نے پوچھا کہ "مجھے اس کا ثواب ملے گا۔" آپ نے فرمایا "ہاں"۔

امّ سلمہ خود بھی فیاض تھیں اور دوسروں کو فیاضی کی تلقین کرتی تھیں، ایک بار حضرت عبدالرحمٰن

بن عوف نے آکر ان سے کہا کہ میرے پاس کافی مال جمع ہوگیا ہے۔ حتیٰ کہ اب مجھے اس کی بربادی کا ڈر ہے ام سلمہ نے کہا کہ تم اس کو خرچ کرو۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے صحابہ میں کچھ ایسے بھی ہیں جو مجھ کو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھیں گے۔

ایک بار ایک سائل ان کے گھر پر آیا اور سوال کیا۔ اس وقت ایک خاتون ان کے پاس بیٹھی تھیں انھوں نے منع کیا۔ حضرت ام سلمہ نے کہا کہ ان کو منع مت کرو۔ کیونکہ ہم کو اس کا حکم نہیں کیا گیا ہے۔ پھر اپنی خادمہ سے کہا کہ سائل کو کچھ دے کر رخصت کردو۔ کچھ اور نہ ہو تو ایک کھجور ہی ان کے ہاتھ پر رکھ دو۔

ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صاحب آئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے ان کے جانے کے بعد آپ نے پوچھا کیا تم جانتی ہو وہ کون تھے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا کہ میرے خیال سے تو وہ دحیہ تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسروں سے بیان کیا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جبرئیل تھے۔ جو دحیہ کی صورت میں آئے تھے۔

حضرت ام سلمہ کا انتقال ۶۳ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۴ سال ہو چکی تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وہ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

حضرت زینب بنتِ جحش ؓ

حضرت زینب قبیلۂ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی والدہ کا نام امیمہ تھا جو عبدالمطلب کی بہن تھیں۔ اس طرح حضرت زینب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ نبوت کے پہلے دور میں اسلام لائیں۔

حضرت زید بن حارثہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ کے متبنّیٰ بھی تھے۔ آپ نے حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے کر دیا۔ اس نکاح نے اسلامی مساوات کی ایک عملی مثال قائم کی۔ اسلام میں بزرگی کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ حضرت زید اگرچہ غلام رہ چکے تھے مگر وہ ایک اچھے مسلمان اور مرد صالح تھے۔ اس لئے اسلامی نقطۂ نظر سے کسی آزاد انسان سے ان کا درجہ کم نہ تھا۔

نکاح تو ہو گیا لیکن حضرت زینب کو یہ رشتہ پسند نہ تھا۔ انھوں نے نکاح سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں ان کو اپنے لئے پسند نہیں کرتی۔ لیکن رسول اللہ کی خواہش کے آگے وہ خاموش ہو گئیں۔ ایک سال تک بمشکل دونوں کا ساتھ رہا۔ اس کے بعد شکایتیں بڑھتی گئیں۔ ایک بار حضرت زید نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے شکایت کی کہ زینب مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ ان کو طلاق دے دوں۔ مگر آپ ان کو سمجھاتے رہے کہ طلاق نہ دیں۔ قرآن مجید میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے: " اور جب کہ تم اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں رکھو اور خدا سے ڈرو۔ (الاحزاب ۵)۔

لیکن نباہ نہ ہو سکا۔ حضرت زید نے آخر کار حضرت زینب کو طلاق دے دی۔

دراصل حضرت زینب قبیلۂ قریش کے سب سے معزز قبیلہ بنو ہاشم سے تعلق رکھتی تھیں۔ جب کہ حضرت زید ایک سیاہ فام غلام تھے۔ اسی وجہ سے نہ خود حضرت زینب بلکہ ان کا سارا خاندان اس پر ناگواری محسوس کرتا تھا کہ قریش کے اتنے اونچے گھرانے کی لڑکی ایک آزاد کردہ غلام سے بیاہی جائے۔ مگر رسول اللہ کے حکم کی بنا پر سب خاموش تھے۔ اس طرح حضرت زید کے ساتھ ان کا نکاح کر کے عرب میں یہ مثال قائم کر دی گئی کہ اسلام میں ایک آزاد کردہ غلام کا وہی درجہ ہے جو قریش کے ایک معزز فرد کا ہے۔

حضرت زینب جب طلاق کی عدّت پوری کر چکیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے اشارہ کیا گیا کہ آپ اپنے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیں۔ لیکن عرب میں اس وقت تک منہ بولا بیٹا اصل بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لئے آپ یہ قدم اٹھانے سے تامل فرما رہے تھے۔ مگر چونکہ یہ ایک غلط رسم تھی اور اس کو مٹانا ضروری تھا۔ اس لئے قرآن میں یہ ہدایت اتری کہ: "اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو خدا ظاہر کر دینے والا ہے۔ اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ تم کو خدا سے ڈرنا چاہئے۔" (الاحزاب ۳۷)

معترضین کو اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا: "محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارو" (الاحزاب) مزید قرآن میں یہ آیت اتری: پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس کو تم سے نکاح کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں۔"

چنانچہ زینب کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہو گیا۔ آپ حضرت زینب کے مکان پر تشریف لائے اور اندر چلے گئے۔ ولیمہ میں گوشت روٹی کا انتظام کیا گیا۔ ۳۰۰ آدمی دعوت میں شریک ہوئے۔

ولیمہ کے بعد ہی پردہ کی آیت اتری۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ کھانے کے بعد لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے۔ آپ حضرت زینب کے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ ان لوگوں کی وجہ سے بار بار باہر آتے اور پھر چلے جاتے۔ اخلاقاً کچھ نہ فرماتے۔ اس پر یہ آیت اتری:

"اے ایمان والو۔ نبی کے گھر نہ آؤ مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے۔ ایسے طور پر کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو۔ اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔ اس بات سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے۔ سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں۔ مگر اللہ صاف بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا۔ اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر مانگو۔" (۷: ۳۳)

اس آیت کے اترنے کے بعد آپ نے دروازہ پر پردہ لٹکا دیا اور لوگوں کو گھر کے اندر جانے کی ممانعت ہو گئی۔ یہ واقعہ ذی قعدہ ۵ھ کا ہے۔

حضرت زینب کے نکاح کی چند خصوصیتیں ہیں جو کہیں اور نہیں پائی جاتیں۔ ان کے نکاح سے جاہلیت کی یہ رسم مٹ گئی کہ متبنیٰ اصل بیٹے کا حکم رکھتا ہے۔ مساوات اسلامی کی عملی مثال قائم ہوئی۔ آزاد اور غلام کی تمیز

مٹ گئی۔ پردہ کا حکم نازل ہوا۔ اس نکاح کے لئے قرآن میں حکم آیا۔ اس بنا پر حضرت زینب دیگر ازواج کے مقابلہ میں اپنے نکاح پر فخر کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا ہے۔

حضرت زینب میں نہایت اعلیٰ اخلاقی صفات پائی جاتی تھیں۔ باوجودیکہ حضرت عائشہ سے اکثر ان کا مقابلہ رہتا تھا لیکن واقعۂ افک میں جب حضرت عائشہ کے متعلق ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے نہایت صفائی سے کہا کہ میں ان میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی۔

آپ نہایت فیاض تھیں۔ غریبوں اور مسکینوں کی سرپرستی کرتی تھیں۔ ابن سعد ایک روایت میں لکھتے ہیں: "زینب بنت جحش نے درہم و دینار کچھ نہ چھوڑا۔ وہ جو کچھ پاتی تھیں صدقہ کر دیتی تھیں۔ وہ مساکین کی سرپرستی کرتی تھیں۔"

آپ خود اپنے ہاتھ سے چمڑا پکاتی تھیں اور اس کی آمدنی راہ خدا میں صدقہ کر دیتی تھیں۔ فیاضی کا یہ حال تھا کہ حضرت عمر نے حضرت زینب کا وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا تھا مگر انھوں نے اس کو کبھی نہ لیا۔ صرف ایک بار لے کر اسی کو اپنے رشتہ داروں، حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ اور یہ دعا کی کہ "اے اللہ آئندہ یہ مال مجھ کو نہ پائے۔ کیونکہ یہ فتنہ ہے۔"

آپ عبادت میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرین کے گروہ میں کچھ مال تقسیم کر رہے تھے۔ حضرت زینب بیچ میں بول پڑیں تو حضرت عمر نے سختی سے کہا کہ وہ اس میں دخل نہ دیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمر ان سے کچھ نہ کہو یہ اوّاہ یعنی بڑی عابد و زاہد ہیں۔"

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ: "معاملاتِ دین، تقویٰ، صداقت، صلہ رحمی، سخاوت اور ایثار نفس میں ان سے بہتر کوئی عورت نہ تھی۔" ایک اور موقع پر حضرت عائشہ نے فرمایا: "میں نے دینی پہلو سے زینب سے بہتر کبھی کوئی عورت نہیں دیکھی۔ اللہ ان پر رحم کرے۔ واقعی ان کو دنیا میں بے نظیر مرتبہ حاصل ہوا۔ اللہ نے اپنے نبی سے ان کا نکاح کیا اور ان کے سبب سے قرآن کی کئی آیتیں اتریں۔"

حضرت عمر کے عہد خلافت میں ۲۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۳ سال کی تھی حضرت زینب کی فیاضی آخر تک قائم رہی۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ سب کچھ صدقہ کر چکی تھیں۔ صرف ایک مکان ان کی یادگار تھا جو ولید بن عبدالملک نے ان کے عزیزوں سے

پچاس ہزار درہم میں خرید کر مسجد نبوی میں ملا دیا۔

آپ نے اپنا کفن خود تیار کر لیا تھا اور وصیّت کی تھی کہ اس کپڑے میں ان کی تکفین کی جائے۔ چنانچہ یہ وصیّت پوری کی گئی۔ آپ نے یہ بھی وصیّت کی تھی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے تابوت پر مجھ کو اٹھایا جائے"۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر کو اس تابوت پر قبر تک پہنچایا جا چکا تھا۔ یہ پہلی خاتون تھیں جو حضرت ابوبکر کے بعد تابوتِ نبوی پر اٹھائی گئیں۔

حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔ اس دن گرمی بہت شدّت کی تھی۔ جہاں قبر کھودی جا رہی تھی وہاں حضرت عمر نے خیمہ لگوا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا خیمہ تھا جو بقیع میں قبر پر لگایا گیا۔

حضرت عائشہ کو ان کی وفات کا بہت صدمہ تھا۔ جب حضرت زینب کا انتقال ہوا تو کہنے لگیں: "وہ نیک بخت، بے مثل خاتون چلی گئیں۔ اور یتیموں اور بیواؤں کو بے چین کر گئیں۔"

رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے ایک بار ازواج سے فرمایا تھا کہ تم میں سے جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہوگا وہی سب سے پہلے مجھ سے ملے گا۔ دراصل ہاتھ کی بڑائی سے فیّاضی مقصود تھی۔ لیکن ازواج نے اس کو حقیقی معنیٰ میں لیا۔ جب سب اکٹھے ہوتیں تو ایک دوسرے کا ہاتھ ناپا کرتیں۔ جب تک حضرت زینب کی وفات نہ ہوئی تھی اس وقت تک یہی ہوا کرتا تھا۔ پھر غور کیا تو اصل مطلب سمجھ میں آیا۔ حضرت عائشہ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا: "ہم میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی حضرت زینب تھیں۔ کیونکہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے صدقہ کرتی تھیں۔"

جویریہؓ بنت حارث

حضرت جویریہؓ قبیلہ خزاعہ کے خاندان بنی مصطلق سے تعلق رکھتی تھیں۔حضرت جویریہؓ کے والد حارث بن ابی ضرار خاندان بنو مصطلق کے سردار تھے۔حضرت جویریہؓ کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں ابن صفوان سے ہوا تھا۔

حضرت جویریہؓ کے باپ اور شوہر دونوں اسلام کے دشمن تھے۔چنانچہ حارث نے قریش کے اشارے سے مدینہ پر حملہ کی تیّاریاں شروع کی تھیں۔رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کو خبر ملی تو مزید معلومات کے لئے بریدہ اسلمی کو روانہ کیا۔انھوں نے واپس آکر خبر کی تصدیق کی۔آپ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دے دیا۔ ۲ر شعبان ۵ھ کو اسلامی فوج مدینہ سے روانہ ہوئی اور مُریسیع میں پہنچ کر قیام کیا۔حارث کو پہلے ہی اس کی خبر پہنچ چکی تھی، اس لئے فوری طور پر اس کی فوج منتشر ہوگئی اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا۔لیکن مُریسیع میں جو لوگ آباد تھے۔وہ جنگ کے فیصلہ پر قائم رہے اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے۔مسلمانوں نے دفعتہً ایک ساتھ حملہ کیا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ۱۱ر آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار ہوگئے جن کی تعداد تقریباً ... ۶ تھی۔

لڑائی میں جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں حضرت جویریہؓ بھی تھیں۔حضرت جویریہؓ کا باپ حارث قبیلہ کا سردار تھا۔جب جویریہ گرفتار ہوئیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیٹی اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔وہ کنیز نہیں بنائی جاسکتی۔ میری شان اس سے بالاتر ہے۔میں اپنے قبیلہ کا سردار اور عرب کا رئیس ہوں۔آپ اس کو آزاد کر دیں۔آپ نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارث نے جاکر جویریہ سے کہا کہ "محمدؐ نے تیری مرضی پر رکھا ہے۔دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا" انھوں نے کہا "میں رسول اللہ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔" چنانچہ آنحضرت نے ان سے نکاح کرلیا۔

ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد نے ان کے

فدیہ کی رقم ادا کی۔ اور جب وہ آزاد ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ حضرت جویریہؓ سے جب آپ نے نکاح کیا تو تمام اسیران جنگ جو اہل فوج کے حصہ میں آگئے تھے، فوراً رہا کر دئے گئے۔ فوج نے کہا کہ جس قبیلہ میں رسول اللہ نے شادی کرلی اس قبیلہ کے لوگ غلام نہیں بنائے جا سکتے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ "میں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا ان کے سبب سے بنو مصطلق کے سیکڑوں گھرانے آزاد کر دئے گئے۔

حضرت جویریہؓ کا نام مرۃ تھا۔ آنحضرت نے بدل کر جویریہؓ رکھا کیونکہ مرہ میں بدفالی کا پہلو شامل تھا۔

اسد الغابہ کی روایت کے مطابق، حارث کو اس کا علم نہ تھا کہ ان کی بیٹی حرم نبوی میں داخل ہوگئی ہے۔ وہ مال واسباب اونٹوں پر لاد کر جویریہ کی رہائی کے لئے مدینہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں عقیق کے مقام پر اپنے اونٹ چرنے کے لئے چھوڑ دئے۔ ان میں سے دو اونٹ ان کو بہت پسند تھے۔ اس لئے ان کو کسی گھاٹی میں چھپا دیا۔ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "تم میری بیٹی کو قید کر لائے ہو۔ اس کا فدیہ مجھ سے لے لو اور اس کو میرے ساتھ کردو۔ پھر جو مال اور اونٹ وغیرہ فدیہ دینے کے لئے لائے تھے پیش کرنے لگے آپ نے دریافت فرمایا" وہ دو اونٹ کہاں ہیں جن کو تم عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو۔"

حارث پر اس کا بڑا اثر ہوا اور انھوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ اب ان کو معلوم ہوا کہ جس بیٹی کو اپنے خیال کے مطابق بے عزتی سے نکالنے کے لئے انھوں نے اتنی زحمت اٹھائی ہے وہ حرم نبوی میں شامل ہو کر زیادہ بڑی عزت حاصل کر چکی ہے۔ وہ بڑے خوش ہوئے اور اپنی بیٹی سے مل کر ہنسی خوشی اپنی قوم کے ساتھ واپس چلے گئے۔

ابن سعد نے حضرت جویریہؓ کے مہر کی بابت لکھا ہے کہ" بنو مصطلق کے تمام قیدیوں کی آزادی ان کا مہر قرار پائی تھی۔"

حضرت جویریہؓ خوبصورت اور موزوں اندام تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان کا حلیہ اس طرح بیان کیا ہے:

جویریہ میں حلاوت و ملاحت دونوں وصف تھے جو شخص دیکھتا وہ ان کو اپنے دل میں جگہ دینے پر مجبور ہو جاتا۔

حضرت جویریہؓ زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک دن صبح کو مسجد میں دعا کر رہی تھیں رسول اللہ گزرے اور دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ دوپہر کے قریب آئے تب بھی ان کو اسی حالت میں پایا۔

ایک بار جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ان کے گھر تشریف لائے تو وہ روزہ سے تھیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا کل بھی روزہ رکھا تھا۔ بولیں کہ نہیں۔ فرمایا "تو کل رکھو گی، جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر تم کو افطار کر لینا چاہیئے۔"

دوسری روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔ ان تین دنوں میں ایک دن جمعہ کا ضرور ہوتا تھا۔ اس لئے تنہا جمعہ کے دن ایک روزہ رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ جمعہ کے روزہ کے ساتھ ایک روزہ اور ملا لیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ان سے بہت محبّت تھی۔ آپ اکثر ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ آئے اور دریافت کیا کہ "کچھ کھانے کو ہے"؟ جواب دیا، میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا، وہی رکھا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ فرمایا "اس کو لے آؤ، کیونکہ صدقہ جس کو دیا تھا اس کو پہنچ چکا۔"

حضرت جویریہؓ نے ۶۵ رسال کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی۔ آپ کا سالِ وفات ۵۶ھ ہے جو امیر معاویہ کا عہد خلافت ہے۔ مروان بن حکم نے جو اس زمانہ میں مدینہ کا والی تھا نماز جنازہ پڑھائی۔ وہ جنّت البقیع میں دفن کی گئیں۔ آپ بڑی فضل و کمال والی خاتون تھیں۔ انھوں نے چند احادیث بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی ہیں۔

اُمِّ حبیبہؓ

آپ کا نام رملہ تھا لیکن آپ اپنی کنیت امّ حبیبہؓ سے زیادہ معروف ہیں۔ آپ ابوسفیان اور صفیہ بنت ابی العاص کی صاحبزادی تھیں۔ آپ آنحضرتؐ کی بعثت سے ۱۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ آپ کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش بن رباب سے ہوا جو بنی اسد بن خزیمہ کے خاندان سے تھے اور حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔

آپ اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور ساتھ ہی ہجرت کرکے حبشہ چلی گئیں۔ یہاں پہنچ کر آپ کے ایک لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی جس کے نام سے آپ امّ حبیبہؓ مشہور ہوئیں۔

کچھ دنوں کے بعد عبیداللہ نے اسلام کو چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کرلیا۔ ام حبیبہ سے بھی عیسائی مذہب قبول کرنے کے لئے کہا لیکن وہ اسلام پر قائم رہیں۔ عبیداللہ نے عیسائی ہوکر بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنا شروع کردی۔ مے نوشی کی عادت ہوگئی اور جلد ہی ان کا انتقال ہوگیا۔

عدت پوری ہونے کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی، شاہ حبش کے پاس نکاح کے مقصد سے بھیجا۔ ان کے پہنچتے ہی نجاشی نے اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ سے امّ حبیبہؓ کو پیغام دیا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لئے لکھا ہے۔ تم اپنا کوئی وکیل مقرر کردو کہ یہ تقریب انجام پائے۔ امّ حبیبہ نے اس خوش خبری سنانے کے صلہ میں ابرہہ کو دو چاندی کے کنگن اور سونے کی انگوٹھیاں دیں۔ اور خالد بن سعید کو اس کی اطلاع کردی اور انھیں کو اپنا وکیل بنایا۔ جب شام ہوئی تو نجاشی نے جعفر بن ابی طالب اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کرکے خود نکاح پڑھایا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ جب نکاح سے فراغت ہوگئی اور لوگ اٹھ کر جانے لگے تو خالد بن سعید نے کہا کہ انبیاء کی سنّت یہ ہے کہ نکاح کرتے ہیں تو کھانا بھی کھلاتے ہیں۔ پھر سب

کو کھانا کھلا کر رخصت کیا۔

یہ نکاح ۶ھ یا ۷ھ میں ہوا۔ اس وقت امّ حبیبہؓ ۳۶ یا ۳۷ سال کی ہوں گی۔نکاح کے بعد آپ جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں اور مدینہ کی بندرگاہ میں اتریں۔ اس وقت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم خیبر میں تھے۔

امّ حبیبہؓ بڑے مضبوط ایمان کی خاتون تھیں۔ اس بارے میں کسی کی بھی رعایت نہ کرتی تھیں۔ ایک بار ان کے باپ ابوسفیان اسلام قبول کرنے سے پہلے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے اور ان کے گھر گئے تو رسول اللّٰہ کے بستر پر بیٹھنے لگے۔ ام حبیبہؓ نے یہ دیکھ کر بستر الٹ دیا۔ اس پر ابوسفیان بہت ناراض ہوئے اور بولے بیٹی! تجھ کو بچھونا اس قدر عزیز ہے۔ آپ بولیں یہ رسول اللّٰہ کا بستر ہے اور آپ مشرک ہیں اور اس بنا پر ناپاک ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ تو میرے پیچھے بہت بگڑ گئی۔

حدیث کی بہت پابند تھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتی تھیں۔ ایک بار ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید آئے اور انھوں نے ستو کھا کر کلّی کی تو بولیں۔ تم کو وضو کرنا چاہیئے کیونکہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جس چیز کو آگ پکائے اس کے استعمال کے بعد وضو ضروری ہے۔

یہ حکم پہلے تھا لیکن بعد میں رسول اللّٰہ نے اس کو باقی نہیں رکھا۔ آنحضور اور صحابہ آگ پر پکی ہوئی چیزیں کھاتے تھے اور اگر پہلے سے وضو ہوتا تو وہ دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے۔ بلکہ پہلے ہی وضو سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

آپ نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم سے سنا تھا کہ جو شخص ۱۲ ررکعت نفل نماز روزانہ پڑھے گا اس کے لئے جنّت میں گھر بنایا جائے گا۔ لہٰذا آپ پابندی کے ساتھ ان رکعتوں کو پڑھتی تھیں۔

ان کے باپ ابوسفیان کا انتقال ہوا تو خوشبو منگا کر چہرہ اور بازوؤں پر ملی اور کہا کہ رسول اللّٰہ کا حکم ہے کہ کسی پر تین دن سے زیادہ غم نہ کیا جائے البتہ شوہر کے لئے ۴ ماہ دس دن سوگ کرنا چاہیئے۔

امّ حبیبہؓ نے اپنے بھائی امیر معاویہ کے زمانۂ خلافت میں ۴۴ھ میں انتقال کیا اور مدینہ میں دفن ہوئیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۳ سال کی تھی۔ آپ کی قبر حضرت علی کے مکان میں تھی۔ جیسا کہ حضرت علی بن حسین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا کہ "یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے۔" چنانچہ اس کو میں نے اسی جگہ رکھ دیا۔

انتقال سے قبل آپ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ سوکنوں میں باہم جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم لوگوں میں بھی کبھی ہو جایا کرتا تھا، اس لئے مجھ کو معاف کر دو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی تو بولیں۔ تم نے مجھ کو خوش کیا ہے، خدا تم کو خوش کرے۔

حضرت میمونہؓ

آپ کا پہلا نام برّہ تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کے بعد آپ کا نام میمونہؓ رکھّا گیا۔ آپ کا پہلا نکاح مسعود بن عمر سے ہوا تھا۔ مسعود بن عمر سے طلاق ہوجانے کے بعد دوسرا نکاح ابورہم بن عبدالعزی سے ہوا۔ ابورہم نے ۷ھ میں وفات پائی تب آپ آنحضور کے نکاح میں آئیں۔

اس نکاح میں حضرت عباس متولی ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب ذوالقعدہ کے مہینہ میں عمرہ کی نیّت سے مکّہ روانہ ہوئے تو آپ نے جعفر بن ابی طالب کو حضرت میمونہ کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ انھوں نے حضرت عباس کو اپنا وکیل بنایا۔ اس طرح احرام کی حالت میں شوال ۷ھ میں ۵۰۰ درہم کی مہر پر آپ کا نکاح حضرت میمونہؓ سے ہوا۔ جب آپ عمرہ سے فارغ ہوکر مدینہ واپس ہوئے تو سرف میں جو مدینہ کے راستہ پر مکّہ سے ۱۰ میل پر ہے، قیام فرمایا۔ ابورافع (رسول اللہ کے غلام) حضرت میمونہؓ کو لے کر سرف پہنچے اور یہیں رسمِ عروسی ادا ہوئی۔ یہ رسول اللہ کا آخری نکاح تھا۔ اور حضرت میمونہ آپ کی آخری بیوی تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

میمونہ ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور رشتہ داروں کا خیال رکھنے والی تھیں۔

ایک بار ایک عورت نے بیماری کی حالت میں منّت مانی تھی کہ شفا ہونے پر بیت المقدس جاکر نماز پڑھے گی۔ اللہ نے اس کو شفا دی۔ اور سفر کی تیاریاں شروع کیں۔ جب رخصت ہونے کے لئے حضرت میمونہؓ کے پاس آئی تو حضرت میمونہؓ نے اس کو سمجھایا کہ تم یہیں رہو اور مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو۔ کیونکہ یہاں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے۔

کبھی کبھی قرض لے لیتی تھیں۔ ایک بار زیادہ رقم قرض لی تو کسی نے پوچھا کہ آپ اس

کو کس طرح ادا کریں گی۔ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیّت رکھتا ہے خدا اس کا قرض خود ادا کر دیتا ہے۔

وہ امر و نواہی کا بہت خیال رکھتی تھیں اور اس بارہ میں بہت سخت تھیں۔ ایک بار ان کا ایک رشتہ دار ان کے پاس آیا۔ اس کے منھ سے شراب کی بو آرہی تھی۔ انھوں نے اس کو بہت سختی سے جھڑک دیا اور کہہ دیا کہ آئندہ کبھی میرے یہاں نہ آنا۔

ایک دفعہ ان کی ایک کنیز حضرت ابن عبّاس رضؓ کے گھر گئی تو دیکھا کہ میاں بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہیں۔ اس نے سمجھا کہ شاید کچھ رنجش ہو گئی ہے۔ لیکن دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ابن عبّاس بیوی کے ایّام کے زمانہ میں اپنا بستر ان سے علیٰحدہ کر لیتے ہیں۔ اس نے آکر حضرت میمونہ سے بتایا تو انھوں نے کہا کہ جاکر ابن عبّاس سے کہو کہ رسول اللہ کے طریقہ سے اس قدر اعراض کیوں ہے۔ آپ برابر ہم لوگوں کے بچھونے پر آرام فرماتے تھے۔

آپ سے ۴۶ / حدیثیں مروی ہیں جن میں بعض سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضؓ کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ آئے تو بولیں بیٹا، اس کا کیا سبب ہے۔ جواب دیا کہ امّ عمار میرے کنگھا کرتی تھیں۔ اور آج کل ان کے ایّام کا زمانہ ہے۔ بولیں کیا خوب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹتے اور قرآن پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت میں چٹائی اٹھا کر مسجد میں رکھ آتے تھے۔ کہیں اس ہاتھ میں بھی کچھ ہوتا ہے۔

یہ عجیب اتّفاق ہے کہ مقام سرف میں ان کا نکاح ہوا تھا اور سرف ہی میں انھوں نے انتقال بھی کیا۔ حضرت ابن عبّاس رضؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں اتارا۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت ابن عبّاس رضؓ نے کہا "یہ رسول اللہ کی بیوی ہیں۔ جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ ادب کے ساتھ آہستہ سے چلو۔ آپ کا سال وفات ۵۱ ھ ہے۔

جس طرح سب سے آخر میں ان کا نکاح ہوا تھا اسی طرح آنحضرت کی ازواج میں ان کی وفات بھی سب سے آخر میں ہوئی۔

حضرت صفیہؓ

حضرت صفیہؓ کا اصل نام زینب تھا۔ جنگ خیبر کے بعد غنائم کی تقسیم میں وہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے حصّہ میں آئی تھیں۔ چونکہ عرب میں غنیمت کے ایسے حصّہ کو جو امام یا بادشاہ کے لئے مخصوص ہوتا تھا، صفیہ کہتے تھے۔ اس لئے آپ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔

حضرت صفیہؓ حضرت ہارون بن عمران کی اولاد سے تھیں۔ آپ کے باپ کا نام حُیی بن اخطب تھا جو قبیلہ بنو نضیر کے سردار تھے۔ ماں کا نام ضرد تھا۔ وہ بنو قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھیں۔ یہ دونوں خاندان (قریظہ اور نضیر) بنو اسرائیل کے ان قبائل میں سب سے ممتاز سمجھے جاتے تھے جو شمالی عرب میں بس گئے تھے۔

حضرت صفیہؓ کا نکاح پہلے سلام بن مشکم سے ہوا۔ وہ ایک مشہور شاعر اور سردار تھا۔ سلام نے طلاق دے دی تو آپ کنانہ کے نکاح میں آئیں۔ کنانہ خیبر کی جنگ میں مارا گیا۔ حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی بھی مارے گئے۔ حضرت صفیہؓ گرفتار ہوئیں۔

جب خیبر کے تمام قیدی جمع کئے گئے تو دحیہ کلبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے انتخاب کرنے کی اجازت دے دی۔ انھوں نے حضرت صفیہؓ کو پسند کیا۔ لیکن ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں آکر گزارش کی کہ صفیہ بنو قریظہ کی رئیسہ (سردار کی بیوی) ہے۔ وہ تو صرف آپ کے لئے مناسب ہے۔ آپ نے یہ مشورہ قبول فرمایا۔ اور دحیہ کلبی کو دوسری لونڈی عنایت فرما کر صفیہ کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا۔

یہ واقعہ ۷ھ کا ہے۔ نکاح کے بعد جب آپ خیبر سے روانہ ہوئے تو صہبا کے مقام پر رسم عروسی ادا کی گئی۔ اور وہیں دعوت ولیمہ بھی ہوئی۔ صہبا سے چلنے لگے تو آپ نے ان کو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور اپنی عبا سے ان پر پردہ کیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ صفیہ ازواج مطہرات میں داخل ہو گئیں۔

مدینہ پہنچ کر آپ نے صفیہ کو حارث بن نعمان رضؓ کے مکان میں اتارا۔ حضرت حارثؓ آپ کے نہایت جانثار صحابی تھے۔ خدا نے انھیں دولت بھی عطا کی تھی۔ وہ آپ کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے تھے۔ اس مکان میں حضرت زینبؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت جویریہؓ چادر اوڑھ کر انصار کی عورتوں کے ساتھ حضرت صفیہؓ کو دیکھنے آئیں۔ حضرت صفیہ کی خوبصورتی کا حال سن کر انصار کی عورتیں بھی ان کو دیکھنے آئیں۔ جب حضرت عائشہ ان کو دیکھ کر جانے لگیں تو آپ نے ان سے پوچھا۔" عائشہ تم نے اس کو کیسا پایا۔ وہ بولیں: " ایک یہودیہ ہے۔" آپ نے فرمایا۔" یہ نہ کہو، وہ تو مسلمان ہو گئی ہے۔ اور اس کا اسلام بہتر اسلام ہے۔"

حضرت صفیہؓ کے پاس ایک کنیز تھی جو حضرت عمر سے ان کی شکایت کیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دن اس نے کہا کہ صفیہ میں یہودیت کا اثر آج تک باقی ہے۔ وہ یوم السبت (ہفتہ) کے دن کو اچھا سمجھتی ہیں اور یہودیوں کے ساتھ نرم برتاؤ کرتی ہیں۔ حضرت عمر نے تصدیق کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ حضرت صفیہؓ نے جواب دیا کہ "جب سے مجھے اللہ نے ہفتہ کے بدلے جمعہ عنایت فرمایا ہے ہفتہ کو دوست رکھنے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ جہاں تک یہودیوں سے تعلقات کا تعلق ہے تو یہودیوں سے میری رشتہ داری ہے اس لئے مجھے صلۂ رحم کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

اس کے بعد حضرت صفیہؓ نے اس لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تم نے میری شکایت کی تھی وہ بولی، ہاں، مجھے شیطان نے بہکا دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت صفیہؓ خاموش ہو گئیں اور اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔

حضرت صفیہؓ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بہت محبّت تھی۔ چنانچہ جب آپ بیمار ہوئے تو وہ نہایت حسرت سے بولیں۔" کاش، آپ کی بیماری مجھ کو ہو جاتی۔" یہ سن کر دوسری ازواج ان کی طرف دیکھنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "یہ سچ کہہ رہی ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبّت تھی۔ آپ ان کی دلجوئی

کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ایک بار آپ سفر میں تھے۔ دوسری ازواج بھی ساتھ تھیں۔ اتفاق سے حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہوگیا۔ حضرت زینبؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ تم ایک اونٹ صفیہؓ کو دے دو۔ انھوں نے کہا۔ کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو مہینے تک ان کے پاس نہ گئے۔

حضرت صفیہؓ کا قد کچھ کم تھا۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے اشارہ میں کوتاہ قد کہہ دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر میں ڈال دی جائے تو سمندر کو بھی گدلا کر دے۔

ایک بار آپ حضرت صفیہؓ کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی۔ انھوں نے کہا کہ "عائشہؓ اور حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم ازواج میں افضل ہیں۔ ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کی چچازاد بہن بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ ہارونؑ میرے باپ، موسیٰ میرے چچا اور محمدؐ میرے شوہر ہیں۔ اس لئے تم لوگ کیوں کر مجھ سے افضل ہوسکتی ہو۔

حضرت صفیہؓ بہت فیاض تھیں۔ آپ کا صرف ایک ذاتی مکان تھا۔ وہ بھی آپ نے اپنی زندگی میں صدقہ میں دے ڈالا۔ جب آپ ام المومنین کی حیثیت سے مدینہ آئیں تو حضرت فاطمہ اور دوسری خواتین کو اپنے سونے کے زیور تقسیم کر دئے۔

آپ میں دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا بہت جذبہ تھا۔ چنانچہ جب حضرت عثمانؓ محصور ہوگئے اور ان کے مکان پر پہرہ بیٹھا دیا گیا تو حضرت صفیہؓ ایک غلام کو لے کر خچر پر سوار ہو کر ان کے مکان کی طرف چلیں۔ اشتر نخعی نے دیکھا تو خچر کو مارنے لگا۔ چونکہ آپ اشتعر نخعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں اس لئے واپس چلی آئیں اور اپنی جگہ حضرت حسن کو اس خدمت پر مامور کیا۔

حضرت صفیہؓ دیگر ازواج کی طرح علمی خصوصیات کا بھی خزانہ تھیں۔ اکثر لوگ ان سے مسائل پوچھنے آتے تھے۔ خاص طور پر عورتیں ان کے پاس کثرت سے آتیں سوال

کرتیں اور آپ ہر سوال کا تسلّی بخش جواب دیتیں۔
آپ کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس تحفتہً بھیجا کرتی تھیں۔
آپ کی وفات ۶۰ سال کی عمر میں ۵۰ھ میں ہوئی اور جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔
وفات سے قبل وصیّت کی تھی کہ میری جائداد کا تہائی حصّہ (ثلث) میرے بھانجے کو دے دیا جائے۔
ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک لاکھ درہم چھوڑے تھے۔ مذہبی مخالفت کی وجہ سے لوگوں کو وصیّت کرنے میں تامّل ہو رہا تھا۔ کیونکہ آپ کا بھانجا یہودی تھا۔ لیکن جب حضرت عائشہؓ نے کہلایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیّت پوری کرو تو اس کے بعد اس کی تعمیل کر دی گئی۔

امہات المومنین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج تمام اہلِ ایمان کے لیے امہات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ تمام اہلِ ایمان کے لیے نہ صرف قابلِ احترام ہیں، بلکہ وہ اُن کے لیے ایک معیاری نمونہ ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں اِسی حیثیت سے ازواجِ رسول کی زندگی کا مطالعہ کیا گیا ہے۔